﴿ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ
وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۗ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾

تم لوگ اس کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے
اور اللہ کو چھوڑ کر من گھڑ سرپرستوں کی پیروی مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو۔ (سورۃ الاعراف:۳)

تقلید اور وجوبِ تقلید

کے دلائل کا مختصر جائزہ

تالیف

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

تقدیم

مولانا عبدالسلام سلفی

ناشر

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ
سونس، کھیڈ، رتنا گیری

شعبۂ دعوت و تبلیغ
جماعت المسلمین مہسلہ، رائے گڈھ

سلسلۂ اشاعت نمبر ۱۵

کتاب کا نام	:	تقلید اور وجوب تقلید کے دلائل کا مختصر جائزہ
مؤلف کا نام	:	عبدالواحد انور یوسفی الاثری
تصحیح وتقدیم	:	مولانا عبدالسلام سلفی
سن اشاعت	:	جنوری ۲۰۱۲ء
تعداد اشاعت	:	پانچ ہزار
ایڈیشن	:	پہلی بار
صفحات	:	۹۶
طابع	:	آفرین آرٹ:9819189965
کمپوزنگ	:	روز آرٹ::8080429084

ملنے کے پتے

☆ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس، تعلقہ: کھیڈ، ضلع: رتنا گیری-415727

☆ بیت السلام کمپلیکس، نزد المدینہ انگلش اسکول، عہاڈ ناکہ، کھیڈ، ضلع: رتنا گیری-415709

فون نمبر 02356-264455

☆ شعبۂ دعوت وتبلیغ، جماعت المسلمین مہسلہ، ضلع: رائے گڈھ-402105

☆ صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی۔ ۱۵-۱۴، چونا والا کمپاؤنڈ مقابل بیسٹ بس ڈپو،

ایل بی ایس مارگ، کرلا (ویسٹ) ممبئی-۷۰

☆ مکتبہ الفوزان، جامع مسجد اہل حدیث مومن پورہ، ممبئی-۱۱۔ موبائل 09813303735

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرست مضامین

عرض ناشر-اول

جب ہم سن شعور کو پہنچے دین پسندوں اور علماء حقہ کی محفلوں میں بیٹھنے لگے اور دینی شعائر پر حتی المقدور عمل کرنے لگے اور دین کو دلائل و براہین کی روشنی میں سمجھنے لگے تو دل میں ایک خواہش انگڑائی لینے لگی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جو فریضہ ہے وہ ہمارے اوپر بھی ہے کیوں نہ ہم اپنے علم واستعداد کے مطابق اپنے ہم عمر دوستوں میں دینی باتوں کو رواج دینے کی کوشش کریں رفتہ رفتہ علم و تحقیق میں پختگی آتی گئی مختلف علماء کی تحریریں بھی سامنے آتی رہیں تقلید کے تعلق سے کچھ سوالات ذہن میں اٹھتے رہتے تھے اتفاق سے مولانا محمد صاحب جونا گڈھی اور مولانا عبدالحق قاسمی کے سوالات تقلید کے موضوع پر سامنے آئے جو میرے ذہن میں اٹھتے سوالوں کی عکاسی کر رہے تھے۔

ان سوالوں کی روشنی میں میں نے اپنے سوالات کو لکھا اور علماء کرام سے اس کے نوک پلک درست کروائے اور آج سے تقریباً پندرہ سولہ سال پہلے ''متلاشیان حق کی خدمت میں چند قابل توجہ سوالات'' کے نام سے اسے شائع کروایا جسے عوام نے پذیرائی سے نوازا اور کئی جگہوں سے اس کے ایڈیشن شائع ہوئے، مالیگاؤں، مرکز الاحیاء ممبئی، فیت والا کمپاؤنڈ سے اسے ہزاروں کی تعداد میں چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔ بنگلور سے معروف عالم دین مولانا قمر منیر سیالکوٹی کی نظر ثانی کے بعد اسے چھپوا کر تقسیم کیا گیا۔

اس طرح دوسروں کی دعوت دینے سے اپنے اندر اور پختگی آئی پھر کچھ سال بعد ۲۰۰۱ء کی بات ہے کہ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس کی طرف سے امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ''تمسک بالحدیث'' منظر پر آئی جس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے مشہور اقوال جو تقلید کی مذمت میں ہیں پیش کئے گئے اور مفتاح الجنہ سے ماخوذ امام شافعی رحمہ اللہ کے وہ واقعات لکھے گئے تھے جن سے حدیث کی عظمت وبالادستی کو بے چوں وچرا تسلیم کر لینے کا عندیہ صاف ظاہر ہوتا ہے۔

اس کے رد عمل میں ہمیں ایک مخطوطہ گرامی قدر مولانا عبدالمنعم نظیر صاحب کا دستیاب ہوا جو میرے نام منسوب تھا ایک سال بعد وہی مخطوطہ کتاب کی شکل میں بازار میں آیا جس کا نام تھا ''تقلید حرام نہیں واجب ہے''۔

ہم نے کتاب بار بار پڑھی مگر وجوب کی کوئی دلیل نہیں ملی وہی باتیں موصوف نے دوسرے ڈھنگ

سے لکھی تھیں جو اپنی سابقہ کتابوں میں لکھ چکے تھے تقلید کے موضوع پر دسیوں کتابیں دیکھی گئیں تو پتہ چلا کہ جو باتیں علماء احناف لکھتے آئے اور علماء اہل حدیث نے ان کے جوابات بھی لکھے ہیں وہی باتیں دہرائی گئی ہیں اوراس کتاب میں کوئی ایسا اعتراض نہیں تھا جس کے جواب دینے میں دلچسپی لی جائے۔

لیکن مسئلہ تقلید کو واضح کرنے کے لئے ایک شافعی عالم ابوشامہ دمشقی کی کتاب کا ترجمہ کروا کرا سے ''راہ اتباع'' کے نام سے شائع کرایا تا کہ تقلید کو عوام اچھی طرح سمجھ سکیں۔

ادھر اردو میں کئی پمفلٹ اور مختصر کتابچے مفت دستیاب ہوئے جو ادھر ادھر سے ہمارے مرکز میں اور مرکز کے ذمہ داروں کو بھیجے گئے ظاہر ہے ہر ایک کا جواب لکھنا، چھپوانا اور اسے تقسیم کرنا آسان کام نہیں ہے چونکہ ہمارے یہاں اس قسم کے کتابچے مختلف لوگوں کے ذریعہ بار بار پہنچائے گئے۔اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ تقلید کے موضوع پر ایک مختصر کتاب شائع کریں کیونکہ حق کے خلاف اٹھنے والے فتنوں سے عوام الناس کو آگاہ کرنا اور خالص اسلام پیش کرنا مرکز کے اغراض ومقاصد میں داخل ہے۔انہی ایام میں کچھ دعوتی مسائل کے تعلق سے ایک میٹنگ میں مہسلہ آنے پر مولانا عبدالمعید مدنی (امام وخطیب جامع مسجد مہسلہ) سے ایک تفصیلی ملاقات ہوئی تھی انہوں نے بھی ۲۲ رجنوری ۲۰۱۲ء کو منعقد ہورہی دین رحمت کانفرنس کے موقع پر تقلید کے موضوع پر کتابچہ کی اشاعت کی تجویز سامنے رکھی کہ آجکل لوگ تقلید کو سمجھنا چاہتے ہیں لوگوں میں تجسس پیدا ہورہا ہے کہ تقلید کی حقیقت کا پتہ لگائیں جب یہ تجویز سامنے آئی تو میں نے استاذ محترم مولانا عبدالواحد انور یوسفی الاثری سے تقلید پر کتابچہ تیار کرنے کی فرمائش کی۔ چنانچہ انہوں نے تھوڑے ہی عرصے میں محنت کر کے کتابچہ تیار کردیا۔

ہم مشکور ہیں مولانا عبدالمعید مدنی صاحب کے جنہوں نے کتاب کو پڑھا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا اور امیر محترم فضیلۃ الشیخ عبدالسلام سلفی صاحب نے بھی اسے لفظ بلفظ پڑھا اور مفید مشوروں سے نوازا اور مقدمہ تحریر فرمایا۔

آخر میں قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب ھذا کو غیر جانب دار اور سنجیدہ ہو کر پڑھیں ان شاء اللہ حق واضح ہوگا اور سمجھ میں آئے گا کہ تقلید ائمہ اربعہ من عنداللہ نہیں ہے اور نہ ہی اس پر کوئی شرعی یا عقلی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ مرکز کی ان کوششوں کو قبول فرمائے اور تمام معاونین کے حق میں صدقۂ جاریہ ثابت ہو۔آمین

خادم العلم والعلما

محمد مقصود علاء الدین سین۔ناظم مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ سونس ۱۷/۱/۲۰۱۲

عرض ناشر۔ دوم

الحمدلله رب العالمین واشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریك له واشهد ان محمدا عبده ورسوله امابعد.

اللہ رب العزت نے ساری انسانیت کوصرف اپنی عبادت کے لئے پیدا فرمایااور دنیائے انسانیت کو عبادت کے طریقے بتانے اور سمجھانے کے لئے رسولوں کو بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا جسے رب العزت نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ پرختم کر کے ماقبل ساری شریعتوں اور کتابوں کو منسوخ کر دیا جس کا معنی یہ ہے کہ اب کوئی بھی عبادت اس وقت تک قبول نہیں ہوسکتی جب تک کہ آپ ﷺ اس پر مہر تصدیق نہ ثبت کر دیں اور آپ کی ذات گرامی ہی وہ واحد ہستی ہے جس کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اور زندگی کے ہر شعبے توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج، عائلی تنازعات، تجارت ومعیشت، تعلیم وتربیت، صنعت وحرفت، اخلاق وآداب، نکاح وطلاق غرضیکہ تمام مسائل میں آپ ﷺ کے طریقے اور فیصلے کو قبول کئے بغیر ایمان کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا: فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّىَ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُواْ فِيۤ أَنفُسِهِمْ حَرَجاً مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُواْ تَسْلِيماً (النساء:٦٥) سوقسم ہے تیرے پروردگار کی! یہ ایماندار نہیں ہوسکتے جب تک کہ تمام آپس کے اختلاف میں آپ کو حاکم نہ مان لیں پھر جو فیصلے آپ ان میں کر دیں ان سے اپنے دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی نہ پائیں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کرلیں۔اس طرح آپ کے احکامات سے روگردانی جنت میں جانے سے انکار ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کا ہر فرد جنت میں داخل ہوگا سوائے اس کے جو انکار کرے لوگوں نے کہا: انکار کون کرے گا اے اللہ کے رسول! تو آپ نے کہا: جو میری بات مانے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو میری نافرمانی کرے گا تو اس نے انکار کیا''۔(بخاری)

ان سب تصریحات اور تاکیدات کے باوجود ابتدائی تین چار صدیوں کے بعد ہی یہ امت سنت سے محرومی کا شکار ہونے لگی اور شیطان معلون نے مختلف شکوک وشبہات کو دماغ میں ڈال کر اس کو خوب مزین کیا اور آہستہ آہستہ اس چیز کو اتنا خوشنما کیا کہ سنت کو چھوڑ کر کسی شخصیت کے دامن کو تھامنا ہی اصل اسلام

سمجھ لیا گیا اور جرأت یہاں تک پہنچی کہ عوام تو عوام خواص نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ یہ نبی ﷺ کی حدیث اور سنت ہے مگر ہم چونکہ فلاں مسلک کے ماننے والے ہیں اس لئے اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ والعیاذ باللہ

اس طرح سنت رسول سے دور ہو جانے کی وجہ سے امت کا اتحاد و اتفاق ٹوٹ کر بکھر گیا اور امت اختلاف و انتشار کے ایسے دلدل میں پھنس گئی جو ایک غیرت مند انسان کے لئے لمحۂ فکریہ ہے۔

تقلید شخصی ایک ایسی بیماری ہے جو انسان کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے اسی لئے علماء اسلاف، فقہاء کرام بالخصوص ائمہ اربعہ اور محدثین عظام نے کبھی بھی اس کو قبول نہیں کیا ہے اور امت کا ایک طبقہ ہمیشہ ایسا موجود رہا ہے جو حکمت و موعظت کے ساتھ تواصوا بالحق اور تواصوا بالصبر کا ماحول قائم کئے ہوئے ہے جسے اہل حدیث، اہل السنہ والجماعہ، اہل الاثر اور سلفی جیسے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہی وہ طبقہ، جماعت اور منہج ہے جو منہج صحابہ اور منہج ائمہ و اسلاف پر قائم ہے۔

"مگر الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے" کے بمصداق منہج صحابہ و اسلاف سے محروم تمام جماعتیں اس واضح اور حق منہج کے خلاف مختلف قسم کے بے بنیاد اعتراضات اور شکوک و شبہات عوام الناس میں پھیلاتے رہتے ہیں تاکہ انہیں حق سے دور رکھا جا سکے۔

الحمدللہ علماء حق نے ہمیشہ ایسی کوششوں کا منہ توڑ جواب دے کر حق کو واضح کیا جس کی ایک کڑی آپ کے ہاتھ میں موجود یہ کتاب ہے۔ اللہ جزائے خیر عطا فرمائے مولانا عبدالواحد انور یوسفی حفظہ اللہ کو جنہوں نے یہ عظیم کوشش کی۔ اس میدان میں موصوف کی کوششیں محتاج تعارف نہیں ہیں آپ کی متعدد مقبول کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

شعبۂ دعوت و تبلیغ جماعت المسلمین مہسلہ اس کتاب کی اشاعت میں شرکت کو اپنے لئے باعث شرف سمجھتا ہے اور امید ہے کہ یہ کتاب متلاشیان حق کے لئے حق تک پہنچنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہوگی۔

اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو منہج سلف صالح پر قائم و دائم رکھے اور ہمارے بھائیوں کو یہ مبارک منہج اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆ عبدالعزیز عبدالصمد خطیب (مدیر شعبۂ دعوت و تبلیغ) احمد علی قمر الدین پینکر (سکریٹری شعبۂ دعوت و تبلیغ)

☆ عبدالمعید عبدالحلیم المدنی (وکیل شعبۂ دعوت و تبلیغ) ۲۲؍ صفر ۱۴۳۳ھ - ۱۷؍ جنوری ۲۰۱۲ء

تقدیم

الحمد لله الذی اخرجنا من الظلمات الشرک والتقلید والصلوٰۃ والسلام علی النبی الامی المسمی بالتحمید امابعد

اللہ کے فضل سے عالمی سطح پر تقریباً پچھلی دو دہائیوں سے سلفیت کا فروغ بڑے پیمانے پر جاری ہے متحدہ ہندوستانی مسلمان بھائیوں نے بھی ہزاروں کیا لاکھوں کی تعداد میں تقلید اور تعصب مذہبی چھوڑ کر مسلک سلف اور اہلحدیثیت کو قبول کیا ہے جس سے تقلیدی حلقوں میں بڑی ناراضگیاں ہیں۔اس کا اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ عموماً سارے مقلدین تقلیدی رشتے کی بنیاد پر مسلک سلف کے حاملین کے خلاف متحد ہو کر کھلم کھلا کام کر رہے ہیں اس کے لئے انہوں نے اپنے درمیان کے سارے اعتقادی و عملی اختلاف اور تاریخی پس منظر کو فراموش کر کے سلفیوں پر بے جا الزام تراشیاں دل آزاریاں دینی دنیوی اور سماجی سطح پر تنگ کرنے اور نقصان پہنچانے کا کام بدستور کر رہے ہیں۔

تقلید چونکہ ان کے درمیان قدر مشترک ہے اور اس کے تحفظ سے ان کے مسلکوں کا تحفظ ہے اس لئے تقلید کی شرعی حیثیت اور اس کے وجوب کے اثبات پر ایڑی سے چوٹی کی صلاحیتیں لگائے ہوئے ہیں۔ تسلسل کے ساتھ کتابوں رسالوں کی طباعت واشاعت اور اپنے جلسوں کانفرنسوں کے ذریعے آج یہ غلط بات عام مسلمانوں کے دل ودماغ میں بٹھانے کی جدوجہد میں لگے ہیں کہ چاروں ائمہ کرام میں سے کسی ایک کی تقلید ضروری ہے۔ تقلید کے بغیر دین باقی نہیں رہ سکتا یعنی ترک تقلید سے مسلمان لامذہب اور بے دین ہو جائے گا۔

موجودہ حالات میں مسلمان پوری دنیا میں پستی ومظلومیت کا شکار ہے اسے تو شرک وبدعت اور گروہ بندی سے توبہ کر کے اجتماعیت اور آسمانی ہدایت کی رسی کو مل کر مضبوط تھام لینا چاہئے خود اپنے پیارے ملک ہندوستان میں تحقیقات سے یہ طے ہو چکا ہے کہ مسلمان قوم آزادی کے بعد سے تمام ہندوستانی اقلیتوں میں سب سے پچھڑی اقلیت بن گئی ہے اور ہر محاذ پر پستی کا شکار ہے ایسے میں مسلمان مقلد فرقوں کو جو اکثریت میں ہیں ملک میں اپنے مسلمان بھائیوں جو ان کے مقابل چھوٹی جماعت ہیں ان کے ساتھ مل بیٹھ کر ملت کے مسائل ومشکلات کے حل کے لئے مستحکم منصوبہ بند کام کرنا چاہئے اور مسلکی اختلاف کو ہوا نہ دے کر لوگوں کو فطری آزادی کے ساتھ دین حق سے وابستہ ہونے کی راہ میں رکاوٹ نہیں بننا چاہئے۔

لیکن افسوس صد افسوس ایسا نہ کر کے مسلکی تشدد کا بازار گرم سے گرم تر کیا جا رہا ہے خاص طور پر تقلید کے نام پر اہل حدیثوں سلفیوں کو غیر مقلد کہہ کر ان کے خلاف ”جہاد“ جاری ہے تقلید کی اہمیت وفرضیت پر سارا زور لگا دیا گیا ہے ایسے میں شدت کے یہ ساتھ ضرورت محسوس کی گئی کہ تقلید جو مسلمانوں میں فرقہ بندی اور مسلکی بٹوارے کی

بنیاد ہے اس کی شرعی حیثیت کو واضح کیا جائے کتاب وسنت اور سلف کے یہاں کیا اس کا تصور دینی تھا یا نہیں پھر اس کا وجود کب ہوا اس کے وجوب کا دعویٰ پھر دلائل کیا ہیں ان کا جائزہ بھی لیا جائے اور تقلید کی شناعت وفساد بھی بیان کیا جائے اور اسے مختصر کتابچہ کی صورت میں تیار کر کے شائع کیا جائے تا کہ فائدہ زیادہ سے زیادہ ہو۔

اسی ضرورت کو مد نظر رکھ کر مرکز الدعوۃ سونس رتنا گیری کے مدیر جماعت کی ایک معزز سنجیدہ علمی شخصیت مولانا عبدالواحد انور یوسفی اثری نے یہ خدمت بعجلت تمام انجام دی ہے اور تقلید کے موضوع پر یہ کتاب نہایت سنجیدہ انداز میں پیش کی ہے اگر تحریر میں کچھ جرح آ گئی ہے تو وہ فطری ہے اور حق اور اتباع حق کی عصبیت کے قبیل سے ہے۔

مولانا مرکز الدعوۃ میں تقریباً تین دہائیوں سے لگے ہیں اس کے اہداف ومقاصد کی تکمیل کے لئے محاذ سنبھالے ہیں جس طرح مہسلہ رائے گڈھ تقریباً سو سال سے سلفی دعوت کے احیاء وفروغ میں لگا ہوا ہے اور کتاب وسنت کی دعوت کو عام کرنے کے لئے اپنی امکانی صلاحیتیں اہل علم کے تعاون سے لگائے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ رتنا گیری کے سونس کھیڈ اور رائے گڈھ کے مہسلہ کے دونوں مراکز سلفیت کی کوششوں میں مزید برکت دے اور دعوت سلفیت کو قبولیت عامہ حاصل ہو۔

مجھے امید ہے کہ مولانا عبدالواحد انور یوسفی صاحب کا تالیف کردہ یہ مختصر رسالہ متلاشیان حق کے لئے بہت مفید ثابت ہوگا اور تقلید کے سلسلے میں جو کنفیوژن ہے وہ ختم ہوگا اور اس کے ذریعے سلف کا طریقہ روشن ہو کر سامنے آئے گا ساتھ میں یہ بھی سامنے آئے گا کہ تقلید کی وجہ سے دین سے دوری اتباع سنت سے دوری اجتماعیت سے دوری کا شکار ہو کر مسلمان شخصیت پرستی گروہ بندی اور بدعتوں کا خوگر ہو گیا یعنی یہ سارے روگ تقلید شخصی اور اس میں عصبیت کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح سمجھ دے اور ہمیں اپنے پیارے نبی کی اس دعا کی توفیق دے جسے آپ تہجد میں کیا کرتے تھے کہ اے اللہ جو حق تو نے اتارا ہے اختلافات سے بچا کر ہمیں اسی حق کی توفیق دے۔

آخر میں سونس کے مرکز الدعوۃ کے تمام اراکین نیز شعبۂ دعوت وتبلیغ مہسلہ کے تمام ذمے داران کے لئے خصوصی دعا ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی جھود کو قبول فرمائے بالخصوص سلفیت کے دفاع اور فروغ کے رول میں برکت دے اور جو لوگ بھی اس راہ میں ان کے معاون ہیں ان سب کا ہم سب کا حامی وناصر ہو۔

وصلی اللہ علیہ نبینا محمد وبارک وسلم

اخوکم فی الدین

عبدالسلام سلفی

امیر صوبائی جمعیت اہلحدیث ممبئی

۲۳؍صفر ۱۴۳۳ھ

۱۷؍جنوری ۲۰۱۲ء

تقلید کی حقیقت

اے مسلم خوابیدہ! رکھ پاس شریعت کا
کر علم سدا حاصل قرآن کا سنت کا
تحقیق کا خوگر بن تقلید سے توبہ کر
تقلید کی خوش رنگی تحفہ ہے جہالت کا

یہ پانچ حرفی لفظ ''تقلید'' کیا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے اس کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ کیا ہے؟ قرآن وحدیث میں یہ لفظ کہاں آیا ہے اور کس معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، تقلید کی حمایت میں کاغذ سیاہ کرنے والے اکثر اسے نظر انداز کر دیتے ہیں، تا کہ عوام الناس اس کی قباحت وشناعت سے واقف نہ ہوسکیں اور آنکھیں بند کئے بس اسی سے چمٹے رہیں کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

کار ثواب جان کے چمٹے ہوئے ہیں لوگ
بیلیں چڑھی ہیں خیر کی یوں شر کے جسم پر

آیئے دیکھیں لفظ تقلید کا لغوی معنیٰ کیا ہے؟

لغوی تعریف: لغت میں تقلید کا معنی ہے کسی چیز کا گردن میں لٹکانا لیکن جب اس کا صلہ لفظ دین کے ساتھ آئے یا دین کے مفہوم میں ہو تو اس وقت اس کا معنیٰ کسی بات کو بغیر دلیل اور غور وخوض کے قبول کرنا ہے۔ صاحب المنجد لکھتا ہے: ''**قلده في كذا أي تبعه من غير تامل ولا نظر**''. المنجد عربی۔

یعنی: تقلید اسی چیز کا نام ہے جو غور وخوض سے خالی ہو۔

صاحب مصباح اللغات لکھتے ہیں: التـقـليد التقاليد ،نصرانیوں کے نزدیک سینہ بہ سینہ مذہبی باتیں۔

صاحب القاموس الجدید لکھتے ہیں: تقلید تقالید یعنی رسم ورواج.

تقلید کے لغوی معنی میں کوئی کشش اور جاذبیت نہیں ہے گردن میں کسی چیز کا لٹکانا یا سینہ بہ سینہ بغیر تحقیق کے کوئی بات ماننا یا رسم ورواج کو اپنانا یہ تمام چیزیں علم ویقین کے منافی اور تذلیل انسانیت کے زمرے میں آتی ہیں۔

اصطلاحی تعریف: علمائے اصول تقلید کی اصطلاحی تعریف یوں کرتے ہیں:

"التقليد هو قبول قول بلا حجة"۔المستصفی ۲/ ۳۸۵

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ بلا دلیل کسی قول کو قبول کرنا تقلید ہے۔ "التـقـلـيـد العمل بقول الغير من غير حجة"۔فواتح الرحموت۲/ ۴۰۰

کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

فالتقليد العمل بقول غيرك من غير حجة (مختصر ابن حاجب ۳۰۵)

یعنی کسی کے قول پر بغیر دلیل کے عمل کرنا تقلید ہے۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں التقليد قبول قول الغير بلا دليل شرح قصیدہ امالی ۳۴

یعنی غیر نبی کی بات کو بلا دلیل مان لینا تقلید ہے۔

بلا دلیل دریافت کیۓ کسی کے فتوی پر عمل کرنا یہی تقلید ہے۔اس تعریف کی اہل لغت نے بھی تائید کی ہے۔ دیکھئے صحاح جوہری ا/۵۲۴، تاج العروس ۲/ ۴۷۵، اقرب الموارد ۲/ ۱۰۲۹، تہذیب اللغات ۱۰۱، المنجد ۴۶۵۔

شرعی تعریف: شریعت کی اصل اساس صرف اور صرف دو ہیں قرآن اور حدیث۔ رہا اجماع وقیاس تو یہ دونوں قرآن وحدیث کے تابع ہیں۔

یہ پانچ حرفی لفظ تقلید قرآن میں نہیں ہے، ہاں قلائد کا استعمال سورۃ المائدہ میں دو بار ہوا ہے، قلائد، قلادہ کی جمع ہے، جس کا مطلب گردن میں کوئی چیز لٹکانا ہے وہ ہار ہو، پٹہ ہو، یا جوتا وغیرہ۔

احادیث کی کتابوں میں بھی مروجہ مذکورہ اصطلاحی معنوں میں کہیں بھی تقلید کا لفظ استعمال نہیں ہوا ہے، ہاں احادیث کی کتابوں میں انسانوں کے بجائے حیوانوں کے لئے تقلید کا استعمال ہوا ہے، مثال میں صحیح بخاری سے دو نمونے پیش خدمت ہیں:

ا-امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الحج میں باب قائم کیا ہے، باب تقلید الغنم (یعنی بکری کی تقلید کا بیان) اس کے تحت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لاتے ہیں وہ فرماتی ہیں:

كنت افتل القلائد للنبي ﷺ فيقلد الغنم ويقيم في أهله حلالا

یعنی میں رسول اللہ ﷺ کی قربانی کی بکری کے گلے کا ہار بٹا کرتی تھی آپ اسے ان بکروں کے گلے میں ڈالتے اور اپنے اہل وعیال میں حلال (بلا احرام) قیام فرماتے۔

۲-امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسرا باب قائم کیا باب تقليد النعل (یعنی جوتے کی تقلید کا بیان) اور حدیث لاتے ہیں:

أن النبي ﷺ رأي رجلا يسوق بدنة قال اركبها. قال : إنها بدنة. قال اركبها. قال : فلقد رايته راكبهايسائر النبي ﷺ والنعل فى عنقها۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ایک شخص کو اونٹ ہانکتے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا: اس پر سوار ہو جا اس نے کہا یہ قربانی کا اونٹ ہے آپ نے دوبارہ فرمایا سوار ہو جا. راوی کہتے ہیں میں نے اس شخص کو دیکھا کہ اپنی قربانی کے اونٹ پر سوار ہے نبی ﷺ کے ساتھ چل رہا ہے اور جوتا اس کے اونٹ کے گردن میں ہے۔

لفظ تقلید لغوی اصطلاحی اور شرعی کسی بھی اعتبار سے قابل تعریف نہیں ہے نہ ہی اس کی

کوئی فضیلت ثابت ہے جن معنوں میں تقلید کا لفظ استعمال ہوا ہے، اسے انسانوں پر منطبق کرنا انسانیت کی تذلیل وتوہین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مقلدین بھائی جو اردو میں تقلید پر چند صفحات لکھ کر عوام الناس کو تھپکیاں دے کر سلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہیں اندھیرے میں رکھ کر تقلید واجب واجب کی رٹ تو ضرور لگاتے ہیں، لیکن تقلید کیا ہے؟ اسے کھول کر بیان کرنے کی کوشش نہیں کرتے بلکہ قرآنی آیات اور احادیث رسول ﷺ سے زبردستی تقلید کو ثابت کرنے کی ناروا کوشش کرتے ہیں۔

عوام بے چاروں کو پتہ ہی نہیں کہ امام کون تھے؟ کب پیدا ہوئے تھے؟ ان کا صحیح نام کیا ہے؟ ان کا زمانہ کون سا ہے؟ ائمہ سے پہلے کون سا اسلام تھا؟ اسلام کب مکمل ہوا؟ چار مصلوں کے متعلق قرآن میں کہیں تذکرہ ہے؟ کیا حدیث رسول سے چار مصلے ثابت ہوتے ہیں؟ مسلمان جوامت تھے انہیں فرقہ فرقہ کس نے بنایا؟ مسلکوں کی اشاعت بزور سلطنت کیسے ہوئی؟ عدالتوں میں چار چار قاضی کس کے حکم سے مقرر کیے گئے؟ خانۂ کعبہ میں پانچ سو سال تک چار مصلے کیونکہ قائم رہے؟ تقلید کے بارے میں ائمۂ اربعہ کے فرامین کیا ہیں؟ یہ اور اس طرح کی تمام باتوں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، بس سواد اعظم کا نشہ ہے اکثریت کا زعم باطل ہے کہ گلا پھاڑ پھاڑ کر وجوب تقلید کو زبردستی طشت ازبام کیا جاتا ہے۔ جب کہ تقلید میں جہالت، نادانی، بے علمی اور بے بصیرتی کا عنصر صاف جھلکتا نظر آتا ہے، اور صاحب عقل ودانش اسے بآسانی محسوس کرتا ہے، سچ فرمایا علامہ اقبال رحمہ اللہ نے:

تقلید سے ناکارہ نہ کر اپنی خودی کو
کر اس کی حفاظت کہ یہ جوہر ہے یگانہ

☆☆☆☆

تقلید کی قسمیں

تقلید کی حقیقت کیا ہے آپ اسے پڑھ چکے۔ گلے میں پٹہ یا جوتا وغیرہ لٹکا کر جانور کی شناخت کے لئے یہ عمل عربوں میں رائج تھا اور جس جانور کے گلے میں پٹہ یا جوتا وغیرہ لٹکتا نظر آئے گا اسے عرف عام میں مقلد کہا جائے گا پس مقلد کی مثال اس جانور کی طرح ہے جسے پٹہ ڈال کر کسی نے اپنے تابع کرلیا ہو۔ یا اس اندھے کی طرح ہے جسے لکڑی کا ایک سرا تھما کر اپنے ساتھ چلنے پر مجبور کر دیا گیا ہو۔ دونوں صورتوں میں مقلد اپنے مالک کے ماتحت ہوتا ہے وہ جہاں چاہے اسے لے جائے اسے یہ جاننے کا حق نہیں کہ وہ کہاں لے جا رہا ہے۔ اندھے کی بات تو نرالی ہے اسے قدم قدم پر دوسروں کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ وہ مجبور ہے دوسرے اسے منزل تک لے جائیں یا بیچ ہی میں اس کی نیا ڈبو دیں۔ مگر جس کے پاس عقل و بصارت ہے وہ بھی آنکھیں بند کر کے دوسروں کے پیچھے بلا سوچ سمجھے چلتا رہے تو یہ اللہ کی نعمتوں کی ناقدری ہے کہ اس صورت میں اشرف الخلائق انسان ایک حیوان بن کر رہ جاتا ہے۔ اعاذنا اللہ منہ

تقلید کے معنی و مفہوم میں جہالت، نادانی، بے بصیرتی اور اندھا پن شامل ہے اس لئے علماء مقلدین نے اس کی مختلف قسمیں اور صورتیں درج ذیل ہیں:

ا۔ ایک صاحب فرماتے ہیں:

(الف) کسی خاص مجتہد کو معین نہ کیا جائے حسب ضرورت کسی بھی عالم سے مسئلہ پوچھ لے، یہ تقلید مطلق ہے۔

(ب) کسی ایک مجتہد کو خاص کرلیا جائے تمام مسائل میں اسی کی بات مانی جائے، یہ تقلید شخصی ہے۔

۲-ایک دانشور لکھتے ہیں:

دوصدیوں کے بعد تقلید شخصی کا رجحان پیدا ہوا اسی زمانہ سے یہ واجب ہے۔

۳-ایک اور صاحب لکھتے ہیں:

(الف) غلط تقلید، بے علم اور بے وقوف لوگ کرتے ہیں۔

(ب) صحیح تقلید، اہل علم اور اہل فہم کرتے ہیں۔

ایک نمبر والے صاحب دونوں تقلید کو درست قرار دیتے ہیں یا تو مطالعہ گہرا نہیں ہے یا اب تک خود تقلید کو صحیح طور سے نہیں سمجھ سکے جبکہ تقلید کی حقیقت آشکارا کر رہے ہیں، دو نمبر والے صاحب تقلید شخصی کی دعوت دیتے ہیں بلکہ اسے واجب قرار دیتے ہیں۔

تین نمبر والے صاحب نے تقلید کی خود ساختہ دو قسموں کا ذکر تو کر دیا اور اپنے آپ کو بے علم اور بے وقوف لوگوں سے الگ کر لیا لیکن صحیح تقلید کے زمرے میں اپنے آپ کو فٹ نہ کر سکے، کیونکہ تقلید تو بے علمی اور جہالت کا نام ہے تقلید میں علم وفہم کی ضرورت نہیں پیش آتی۔

شاہ صاحب نے عقد الجید میں تقلید کی دو قسمیں بتلاتی ہیں: ۱-ضروری لیکن مشروط۔ ۲-حرام۔ شاہ صاحب نے تقلید کو ضروری تو قرار دیا مگر مشروط کر دیا اسے مقلدین حرام کہتے ہیں اور تلفیق کا نام دیتے ہیں اور جس تقلید کو شاہ صاحب نے حرام قرار دیا ہے۔ مقلدین اسی میں سر چھپا کر بیٹھتے ہیں۔ فیا للعجب۔

مقلدین کا ایک طبقہ تقلید واجب واجب کی رٹ لگا تار لگا رہا ہے مگر علم وتحقیق کے اس زمانے میں تقلیدی طلسم ٹوٹ رہا ہے اور عوام کی اکثریت حق کی متلاشی ہے جو تقلیدی حصار توڑ توڑ کر شاہراہ کتاب وسنت پر آ رہی ہے اس لئے ضروری ہے کہ تقلید کی تمام قسموں کو تفصیل سے بیان کر دیا جائے تا کہ کوئی اندھیرے میں نہ رہے۔ بوقت لاعلمی تقلید کی چار قسمیں ہیں۔

پہلی قسم: واجب: تقلید مطلق غیر معین، لاعلمی کے وقت آدمی اہل سنت کے کسی عالم یا مجتہد کی ضرورت کے وقت اس شرط کے ساتھ تقلید کرے کہ اس وقت تک اس کی یہ بات مانتا رہوں گا، جب تک اس کا مخالف کتاب وسنت ہونا ظاہر نہ ہوگا۔ جس وقت کتاب و سنت سے اس کا مخالف ہونا ظاہر ہوگا اس کو چھوڑ دوں گا۔ یہ تقلید باتفاق امت ناواقف کے لئے صحیح ودرست ہے۔

دوسری قسم: مباح: تقلید کی دوسری قسم مباح ہے اور یہ تقلید مذہب معین کی ہے۔ لیکن اس تعیین کو نا تو امر شرعی جانتا ہے اور نا اس کے لئے تعصب رکھتا ہے۔ اس تقلید کی علامت یہ ہے کہ مقلد دوسرے مذہب کے کسی مسئلہ پر عمل کرنے سے عار محسوس نہیں کرتا۔ اور نا دوسرے کو برا سمجھتا ہے اور نہ اس کو طعن وتشنیع کرتا ہے اور نا ظاہر نصوص کا انکار کرتا ہے۔

تیسری قسم: حرام وبدعت ہے: یہ وہ تقلید ہے کہ مقلد امت کے کسی شخص کو تمام مسائل کے لئے معین کر لیتا ہے اور اس تعیین کو وجوب شرعی جانتا ہے۔ یعنی وہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے مجھے فلاں امام کی تقلید کرنا لازم بتایا ہے اور اس کی ہر ایک بات ماننا میرے لئے ضروری ہے۔ قرآن وحدیث سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں ہے۔ اس قسم کی تقلید حرام وبدعت ہے۔

چوتھی قسم، شرک ہے۔ ایسی تقلید ہے کہ مقلد امت کے کسی فرد کی تقلید اپنے اوپر لازم کر لے اور اس میں اس قدر غلو کرے کہ اپنے امام کے مسئلہ کے خلاف قرآن کی آیت یا حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض پاتا ہے تو کسی صورت میں امام کی بات نہیں چھوڑتا، بلکہ ہر صورت میں قرآن وحدیث کی تاویل وتحریف کر کے اپنے امام کی بات کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنے امام کے قول کو قرآن وحدیث کے مطابق بنانے کی کوشش نہیں کرتا۔ جس کو امام نے حلال کیا حلال مان لیا جس کو حرام بتایا حرام مان لیا۔ اب اس کے

سامنے قرآن وحدیث پیش کیا جاتا ہے تو نہیں مانتا۔قرآن وحدیث کے مقابلے میں امام کی بات نہیں چھوڑتا ایسی تقلید شرک ہے۔تفصیل کیلئے دیکھئے عقد الجید ،معیار الحق ،تقلید شخصی وغیرہ(حقیقت پسندانہ جائزہ:۴۵)

آپ تقلید کی چاروں قسموں کو بخوبی سمجھ گئے اب ذرا مقلدین کا جائزہ لے کر دیکھیں۔واجب کارٹ لگانے والے امام کے مخالف کتاب وسنت اقوال چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے بلکہ بڑی جرأت کے ساتھ اقرار کرتے ہیں کہ احادیث اور دلائل قطعیہ امام شافعی کے مذہب کی تائید میں مضبوط اور پختہ ہیں ،لیکن ہم اس مسئلہ کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ ہم ابو حنیفہ کے مقلد ہیں اور ہم پر تقلید واجب ہے۔(تقریر ترمذی:۳۹)

وجوب کے شرائط میں یہ بات شامل تھی کہ نصوص کی دستیابی کی صورت میں تقلید مجتہد سے دست بردار ہو جاؤں گا مگر۔ چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی۔

مباح تقلید میں بھی یہ شرط شامل ہے کہ ظاہر نصوص کا انکار نہ کرتا ہو۔اوپر کی مثال دیکھئے: نصوص،احادیث اور دلائل قطعیہ کا انکار بڑے فخریہ انداز میں موجود ہے۔

اب رہا حرام وبدعت اور شرک۔سو یہی تقلید ہے جواب عامۃ الناس میں رائج ہے بلکہ اوپر کی مثال سے تو پتہ چلتا ہے کہ خواص بھی اسی مرض میں گرفتار ہیں۔جس کر ترجمانی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے (حجۃ اللہ البالغۃ،۲۷۴) فرمائی ہے جس کی تفصیل اسی کتاب میں موجود ہے۔

افسوس صد افسوس حاملین تقلید نے تقلید کی محبت ورعایت میں کتاب وسنت کو پس پشت ڈال رکھا ہے اور بقول شاہ صاحب اماموں کو نبی کا درجہ دے رکھا ہے اور اپنی اصلاح کے بجائے کتاب وسنت کے شیدائیوں پر بے جا طعن وتشنیع کا بازار گرم کر رکھا ہے اللہ تعالیٰ انہیں قبول حق کی توفیق ارزانی بخشے۔آمین۔

باپ دادا کی تقلید قرآن کی نظر میں

قرآن نے جابجا جاہلی فکرو استدلال کی بیخ کنی کی ہے اور حق سے اعراض کے جو وجوہات تھے اس میں آباءواجداد کی تقلید کو بھی ایک وجہ قرار دیا ہے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنزَلَ اللّهُ قَالُواْ بَلْ نَتَّبِعُ مَا أَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْقِلُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ﴾ (سورۃ البقرۃ:۱۷۰)۔

اوران سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابعداری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقے کی پیروی کریں گے، جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا گو ان کے باپ دادے بے عقل اور گم کردہ راہ ہوں۔

دوسری جگہ اللہ نے ارشاد فرمایا:

﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ ، وَكَذَلِكَ مَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءنَا عَلَى أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَى آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ﴾ (سورۃ الزخرف:۲۲-۲۳)

بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم تو ان ہی کے قدموں پر راہ یافتہ ہیں۔اسی طرح آپ سے پہلے بھی ہم نے جس بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجا وہاں کے آسودہ حال لوگوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو (ایک راہ پر اور) ایک دین پر پایا اور ہم تو انہی کے نقش پا، کی پیروی کرنے والے ہیں۔

ایک اور جگہ اس مفہوم کو یوں بیان کیا گیا:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْاْ إِلَى مَا أَنزَلَ اللّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُواْ حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءنَا أَوَلَوْ كَانَ آبَاؤُهُمْ لاَ يَعْلَمُونَ شَيْئاً وَلاَ يَهْتَدُونَ﴾ (سورۃ المائدۃ:۱۰۴)

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول ﷺ کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا۔ کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔

علماء ومشائخ کی تقلید قرآن کی نظر میں

جاہلی فکر واستدلال اور حق سے اعراض کے وجوہات میں سے ایک وجہ علماء اور مشائخ کی تقلید بھی تھی، اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کا تذکرہ اس طرح فرمایا ہے:

﴿اتَّخَذُواْ أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُواْ إِلاَّ لِيَعْبُدُواْ إِلَـهاً وَاحِداً لاَّ إِلَـهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ (سورۃ التوبۃ:۳۱)۔

ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ ہی کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا، جس کے سواء کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔

اس آیت کے ذریعہ امت کو علماء اور مشائخ پرستی نیز ان کی تقلید سے روک دیا گیا، اس کی تفسیر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے بخوبی ہو جاتی ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے یہ آیت سن کر عرض کیا کہ یہود ونصاریٰ نے تو اپنے علماء کی عبادت کبھی نہیں کی۔ پھر یہ کیوں کہا گیا کہ انہوں نے ان کو رب بنا لیا، آپ نے فرمایا: یہ ٹھیک ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی۔ لیکن یہ بات تو ہے نا کہ ان کے علماء نے جس کو حلال قرار دے دیا، اس کو انہوں نے حلال اور جس چیز کو حرام کر دیا۔ اس کو حرام ہی سمجھا، یہی ان کی عبادت کرنا ہے۔ (ترمذی)

اسی سے پتہ چلا کہ کسی چیز کے حلال وحرام کرنے کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو ہے اب یہی حق اگر کوئی شخص کسی اور کے اندر تسلم کر لیتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اس کو اپنا رب بنالیا ہے۔ یہ آیت ان لوگوں کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے، جنہوں نے اپنے علماء ومشائخ کو تحلیل وتحریم کا منصب دے رکھا ہے اور ان کے اقوال کے بالمقابل وہ نصوص قرآن وحدیث کو بھی اہمیت دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کی نظر میں اولیت کا درجہ اقوال علماء ومشائخ کو حاصل ہے اور قرآن وحدیث کا درجہ ثانوی ہے۔ اَعاذنا اللہ منہ۔

بڑوں اور بزرگوں کی تقلید قرآن کی نظر میں

اللہ تعالیٰ کے بالمقابل جس طرح علماء ومشائخ کی باتوں کو بلا دلیل ماننا حرام ہے اور انہیں تحلیل وتحریم کا منصب سونپ دینا انہیں رب بنانے کے مترادف ہے، اسی طرح بادشاہوں، امیروں، سرداروں اور بڑوں کو بھی ماننا حرام ہے اور کسی طرح ان کی تقلید جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اس سے سختی سے روکا ہے بلکہ انجام بد سے بھی خبردار کردیا ہے ﴿يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَا لَيْتَنَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَا، وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ...... ﴾ (سورۃ الأحزاب:٦٦-٦٧)۔

اس دن ان کے چہرے آگ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے وہ (حسرت وافسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کی مانی جنہوں نے ہمیں راہ راست سے بھٹکا دیا۔ پروردگار! تو انہیں دگنا عذاب دے اور ان پر بہت لعنت نازل فرما۔

یعنی ہم نے تیرے پیغمبروں اور داعیان دین کے بجائے اپنے سرداروں اور بڑوں کی پیروی کی۔لیکن ہمیں آج معلوم ہوا کہ انہوں نے ہمیں تیرے پیغمبروں کے طریقوں سے دور رکھا اور صراط مستقیم سے ہمیں بھٹکائے رکھا۔جس وقت لوگ یہ اعتراف کریں گے اس وقت اعتراف کرنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا،ضرورت ہے کہ اس سے عبرت حاصل کرتے ہوئے، بڑوں اور بزرگوں کی بے دلیل باتوں کو چھوڑ دیا جائے اور قرآن وحدیث پر شرح صدر کے ساتھ عمل کیا جائے۔

تقلید آباء واجداد کی ہو یا علماء ومشائخ کی یا بڑوں اور بزرگوں کی، یہ گمراہی کا باعث ہے، کاش مسلمان آیات قرآنیہ پر غور وفکر کریں اور اپنی خود ساختہ پگڈنڈیوں سے نکلیں اور قرآن وسنت والی شاہراہ (صراط مستقیم) کو اختیار کریں کیونکہ نجات صرف اور صرف اللہ اور رسول کی پیروی میں ہے نہ کہ آباء واجداد کے فرسودہ طریقوں کے اختیار کرنے میں ہے نہ علماء ومشائخ اور اکابر کی تقلید میں ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ قرآن نے ہر طرح کی تقلید کو اور اس کے انجام کو واضح طور سے بیان کر دیا ہے تا کہ ہر مسلمان دین حق پر علی وجہ البصیرۃ عمل کرے۔

تقلید کی تردید قرآن سے

قرآن مقدس میں بہت سی آیتیں ایسی ہیں جن میں تقلید کی تردید واضح ترین شکل میں موجود ہے، مثال کے طور پر دیکھیئے:

﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ (سورۃ الأعراف:٣)

تم لوگ اس کا اتباع کرو، جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو۔

آیت کس قدر واضح ہے کہ جو اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یعنی قرآن اور جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حدیث، کیونکہ آپ نے فرمایا کہ "میں قرآن اور اس کی مثل اس کے ساتھ دیا گیا ہوں" ان دونوں کا اتباع ضروری ہے ان کے علاوہ کسی کا اتباع ضروری نہیں بلکہ ان کا انکار لازمی ہے، جیسا کہ اگلے فقرے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسروں کی پیروی مت کرو، جس طرح زمانۂ جاہلیت میں سرداروں، نجومیوں اور کاہنوں کی بات کو ہی اہمیت دی جاتی، حتیٰ کہ حلال وحرام میں بھی ان کو سند تسلیم کیا جاتا تھا. (احسن البیان)

غور کیجئے: ﴿اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ﴾ میں ارشاد ہو رہا ہے کہ قرآن وحدیث کی اتباع تم پر لازم ہے جو فی نفسہ مستقل دلیل ہیں۔

اور ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ﴾ سے تقلید بلا دلیل کا بطلان اور مردود ہونا صاف ظاہر ہے، تقلید کی تردید میں قرآن میں بہت سی آیتیں ہیں چند آیتوں کی نشاندہی کی جارہی ہے، انہیں سنجیدگی سے کھلے ذہن سے تعصب کا عینک اتار کر پڑھئے تو محسوس ہوگا کہ ان سے تقلید کی جڑ صاف کٹتی نظر آتی ہے۔

(النساء:۵۹-۶۵، آل عمران:۳۱-۳۲، الأحزاب:۲۱-۳۶، النور:۶۳، محمد:۳۳، الحشر:۷ وغیرہ)

زبردستی جو گھس آئے ہیں میرے خانۂ دل میں
اٹھا پھینکوں بتانِ آرزو اے کاش ایسا ہو!

تقلید کی تردید حدیث سے

ہر مسلمان پر قرآن وحدیث کی تابعداری فرض ہے، اسی میں دنیا وآخرت کی کامیابی کا راز پوشیدہ ہے۔ جس طرح قرآن میں ﴿وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ﴾ کہہ کر مسلمانوں کو دوسروں کی پیروی کرنے سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح حدیث رسول میں بھی دوسروں کی

بے جا پیروی سے بچنے کی سخت تاکید ہے نمونۂ ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں:

عن جابر رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: والذي نفس محمد بيده لو بدا لكم موسى فاتبعتموه وتركتموني لضللتم عن سواء السبيل. و لوكان موسى حيا وادرك نبوتي لاتبعني (الدارمي حدیث نمبر:۴۳۵)

نوٹ: حدیث طویل ہے مگر آخری حصہ نقل کیا گیا ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم: جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر آج موسیٰ (علیہ السلام) تشریف لے آئیں، اور تم لوگ میری اتباع کے بجائے ان کی اتباع شروع کردو تو تم سیدھی راہ سے گمراہ ہو جاؤ گے، اور اگر موسیٰ (علیہ السلام) زندہ ہوتے اور میری نبوت کا زمانہ پاتے، تو وہ بھی میری ہی اتباع کرتے۔

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی موجودگی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام (جو نبی پیغمبر اور صاحب کتاب ہیں) کی سنت پر عمل کرنے والا گمراہ ہے، راہ راست سے بھٹکا ہوا ہے، تو پھر سنت کی موجودگی میں کسی امتی کی تقلید کو فرض، واجب یا مستحب سمجھنا کہاں کی دانشمندی ہے۔

افسوس ہے ان جامد مقلدین علماء پر جو سنت کی موجودگی میں بھی بڑی جرأت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں نحن المقلدون يجب علينا تقليد إمامنا۔

اور جب علماء کا یہ حال ہے تو عوام کا کیا کہنا، استخفاف حدیث کے لئے بلکہ انکار حدیث کے لئے کیسی کیسی تاویلیں کرتے ہیں فرمان رسول ﷺ کی روشنی میں ایسے لوگ راہ راست سے ہٹے ہوئے ہیں ان کی جانب التفات بھی جائز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے بالمقابل کسی کے بھی قول کو اختیار کرنا گمراہی ہے کیونکہ نبی ﷺ کے

سوا امتی کوئی بھی معصوم نہیں ہے، نبی علیہ السلام کی اتباع کے بجائے غیروں کی پیروی میں خسارہ ہی خسارہ ہے اتباع سنت کے باب میں بہت سی حدیثیں ہیں مگر عقل مندوں کے لئے اشارہ کافی ہے۔

تقلید صحابۂ کرام کی نظر میں

جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت دیکھئے:

وعن عبدالله بن مسعود أنه كان يقول لا يقلدن رجل رجلا في دينه فإن آمن آمن وان كفر كفر۔ (میزان الکبری، للشعرانی ۱/۴۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کہا کرتے تھے دین میں کوئی شخص کسی کی تقلید ہرگز نہ کرے، پس اگر ایمان لاوے تو ایمانداری ہے اور اگر کفر کرے تو کافر ہے۔

أنه كان يقول کان مضارع پر وارد ہوا ہے تو فائدہ استمرار کا دے رہا ہے، مزید برآں انــــــه مشدد اس سے پہلے موجود ہے جس سے ثبوت دوامی مفہوم ہو رہا ہے۔ لا یقلدن مضارع موکد نفی موجود ہے جو زمانۂ استقبال کی نفی کے لئے ہے، رجل رجلا دونوں منکر تحت النفی واقع ہوئے ہیں جو فائدہ عموم و استغراق کا رکھتے ہیں اب مذکورہ قول کے یہ معنی ہوئے کہ دین کے معاملے میں ہرگز ہرگز نہ تقلید کرے کوئی (عامی ہو یا عالم، عربی ہو یا عجمی) کسی کی (صحابی ہوں یا تابعی، امام ہوں یا مجتہد)

ایک سائل نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حج تمتع کے بارے میں سوال کیا۔ تو آپ نے اس کے جائز ہونے کا فتوی دیا۔ سائل نے کہا کہ آپ کے باپ (عمر رضی اللہ عنہ) تو اس سے منع کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بھلا یہ تو بتا کہ میرے باپ نے اس سے منع کیا ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کیا ہے۔ میرے باپ

کی مانی جائے گی یا رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی اتباع کی جائے گی۔ سائل نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی جائے گی، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس کو کیا ہے۔ (ترمذی باب ماجاء فی التمتع)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بے شمار مناقب وفضائل ہیں علم وتفقہ کی دولت سے مالا مال ہیں۔ تاہم وہ معصوم نہیں ان کا قول حجت شرعی نہیں قرار پاتا بلکہ خود بیٹا بڑے ادب سے باپ کے مسئلے کو نظر انداز کرتا ہے اور نبی ﷺ کی سنت کو مشتہر کرتا ہے۔ تو جب نبی ﷺ کا فعل ہوتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کو ترک کیا جارہا ہے، تو اب کسی اور امتی کا کیا مقام ہے کہ محض تقلیدی ترنگ میں اس کے قول کو احادیث رسول ﷺ پر ترجیح دیا جائے۔ مگر آج علی الاعلان ایسا ہو رہا ہے فیاللعجب۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

أما العالم فإن اهتدى فلا تقلدوه دينكم (إعلام الموقعین ۲/۱۷۴)

عالم کو پھسلنے سے بچنے کا یہ طریقہ ہے کہ وہ صاحب ہدایت ہو جائے اور اپنے دین میں اس کی تقلید نہ کیا کرو۔

بعینہ یہی الفاظ جناب سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بھی فرمائے ہیں (أیضاً ۲/۱۷۵)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

إياكم الاستنان بالرجال (جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۱۴۴)

اپنے آپ کو دوسروں کی سنت اور ان کے طریقوں سے بچائیں یعنی دوسروں کی نقالی اور تقلید سے بچیں پس مسلمانوں پر لازم ہے کہ اپنی زندگی میں نبی ﷺ کی سنت کو داخل کریں ان کے طریقوں پر چلیں۔ غیروں کی روش اپنانے اور ان کی تقلید کرنے سے باز رہنے کی تاکید ہے تصریحات بالا سے صاف ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام کے زمانہ میں تقلید ممنوع

تھی اور ہر ایک کو سنت کی تلاش رہتی تھی اس ضمن میں صحابہ کے بے شمار واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ سب کے سب متبع سنت تھے۔

تقلید تابعین کی نظر میں

صحابۂ کرام کے بعد تابعین کا دور ہے یہ دور بھی تقلید اور تقلید کی فسوں کاریوں سے محفوظ نظر آتا ہے چنانچہ امام شعبی رحمہ اللہ جو کبار تابعین میں سے تھے۔ صحابۂ کرام کے زمانہ میں ہی مسند فتوی پر متمکن تھے۔ پانچ سو صحابہ سے ان کی ملاقات ثابت ہے۔ (دیکھئے تذکرۃ الحفاظ: ۷۶-۷۷)

امام دارمی نے فرمایا:

أخبرنا محمد بن یوسف حدثنا مالك هو ابن مغول قال: قال لي الشعبي ما حدثوك هؤلاء عن النبي ﷺ خذ به وما قالوا برائهم، فالقه في الحش (الدارمي في كراهية أخذ الرائ)

مالک بن مغول رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مجھ سے شعبی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ لوگ تم سے رسول اللہ ﷺ کی جو حدیث بیان کریں اسے لے لو اور جو چیزیں اپنی رائے بیان کریں اس کو گندگی میں ڈال دو۔

اس کی سند صحیح ہے دیکھیے الإبانۃ: ۶۰۷، الاحکام ۶/۲۰۳۰، جامع بیان العلم ۱۰۶۶، اور اس میں مزید ہے کہ جو اپنی رائے سے کہیں اس پر پیشاب کردو۔

غور کیجیے تو ضرور سمجھ میں آئے گا کہ مذکورہ حدیث میں تقلید بلا دلیل کا صریح ابطلان ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

بے شک تمام صحابہ، تابعین و تبع تابعین اول سے آخر تک سب کا اس بات پر اجماع ہے

کہ ہر اس شخص کو روکا اور منع کیا جائے گا جو اپنے میں سے یا سابقین میں سے کسی انسان کے سب اقوال پر عمل کرے (عقد الجید: ۴۰)۔

اور یہ اس لئے ہے کہ نبی علیہ ﷺ کے سوا کوئی بھی انسان معصوم نہیں ہے اس تناظر میں صحابہٗ کرام کے وہ آراء بھی دیکھے جاسکتے ہیں جو کتابوں میں محفوظ ہیں مگر امت نے اسے اس لئے قبول نہیں کیا کہ وہ محض ان کی رائیں ہیں جن میں خطاء وصواب کا احتمال موجود ہے اور اس کے بالمقابل سنت کی کھلی ہوئی شاہراہ موجود ہے مثال کے طور پر حج تمتع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پابندی ہی کا مسئلہ دیکھ لیجئے۔

ان دلائل سے خوب واضح ہے کہ صحابہٗ کرام کی طرح تابعین بھی سنت کو ڈھونڈھتے تھے اور سنت پر سختی کے ساتھ عمل کرتے تھے اسی کا فتوی دیتے تھے ان کے درمیان بھی تقلید بلا دلیل کا رواج نہ تھا جن کا زمانہ خیر القرون میں شامل ہے۔

تقلید کا رد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے

حضرت نعمان بن ثابت رحمہ اللہ جو ابوحنیفہ سے مشہور ہیں، متبع سنت تھے اور تقلیدی جمود کے خلاف تھے، جب انہیں اپنے فتووں کے خلاف کوئی حدیث یا قول صحابی مل جاتا تو فوراً اس پر عمل کرتے اور اپنے فتوے سے رجوع کر لیتے۔ مگر بعد کے لوگوں نے ہزاروں مسائل آپ کی جانب منسوب کر دیئے جس کی کوئی سند نہیں ہے۔ اللہ ان کی قبر کو منور فرمائے وہ تقلیدی غلاظتوں سے بریٔ الذمہ ہیں۔ جس کی شہادت پر ان کے بہت سارے اقوال مختلف کتابوں میں محفوظ ہیں۔

قال ابو حنیفة لم یزل الناس فی صلاح مادام فیھم من یطلب الحدیث فإذا طلبوا العلم بلا حدیث فسدوا۔ (میزان شعرانی ۱/۵۴)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا لوگ ہمیشہ ہدایت پر رہیں گے جب تک ان میں حدیث کے طلب گار ہوں گے، جب حدیث چھوڑ کر اور علم طلب کریں گے تو گمراہ ہو جائیں گے۔

میزان شعرانی ۲/ ۴۸ میں دوسرا قول بھی ہے

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جس کو میرے قول کی دلیل نہ معلوم ہو، اس کو میرے قول پر فتوی دینا حرام ہے۔

اس کتاب میں یہ نصیحت بھی موجود ہے۔ (أیضاً ۱/ ۴۸)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اللہ کے دین میں قول بالرائے سے بچو، جس نے نبی ﷺ کی سنت کو ترک کیا وہ گمراہ ہوا۔

چونکہ تقلید جہالت کا دوسرا نام ہے، اور دلیل معلوم کرنا علم ہے۔ اس اعتبار سے مذکورہ اقوال امام سے تقلید کا باطل ہونا صاف ظاہر ہے۔

چند مزید اقوال

قال ابو حنيفة لا أقلد التابعي (نورالأنوار طبع یوسفي ۲۱۹)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا میں تابعی کی تقلید نہیں کرتا کیونکہ وہ بھی ہماری طرح انسان ہیں۔ ان کی تقلید جائز نہیں۔

قال أبو حنيفه لا يحل...الخ (مقدمة عمدة الرعاية ۹)

ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کسی کو بھی میرا قول لینا حلال نہیں ہے۔ جب تک اسے علم نہ ہو۔ کہ میں نے یہ کہاں سے کہا ہے انہوں نے تقلید سے روکا اور معرفت دلیل کی رغبت دلائی۔

إذا صح الحديث فهو مذهبي (ایقاظ الهمم: ۶۲)

جو صحیح حدیث میں ہو وہی میرا مذہب ہے۔

کسی شاگرد نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پوچھا: اگر آپ کا فتوی کتاب اللہ یا سنت

رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہوتو ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔

آپ نے جواب دیا، میرا فتوی کتاب اللہ، سنت رسول یا قول صحابہ کے خلاف ہو، تو میرے فتوے کو چھوڑ دو اور کتاب وسنت اور قول صحابہ پر عمل کرو (المختصر المؤمل :۳۸)۔

ردتقلید پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اور بھی بہت سے اقوال ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ آپ متبع سنت تھے اور تقلید کو پسند نہیں فرماتے تھے چنانچہ ان کے مذکورہ اقوال کی روشنی میں تقلید کا مردود ہونا اظہر من الشمس ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ اور تقلید

امام دار الہجرۃ ردبدعت میں باکمال اور عمل بالحدیث میں لاثانی تھے لیکن ان کے انتقال کے برسوں بعد ان کے نام پر ایک مذہب جاری کر دیا گیا۔ جس سے امام صاحب کا دامن پاک ہے اور آپ کی طرف کچھ ایسے مسائل منسوب کردیئے گئے، جو آپ کی علمی منزلت اور رفعت کے بالکل منافی ہے. تقلید کے متعلق آپ کے فرمودات بھی بالکل واضح ہیں۔

إنما أنا بشر أخطي وأصيب الخ (إعلام الموقعين ۱/۶۳)

میں بشر ہوں مجھ سے غلطی اور درستی دونوں کا احتمال ہے۔ میری ہر ایک بات کی تحقیق کرلیا کرو، جو کتاب وسنت کے موافق ہوں ان پر عمل کرو اور جو مخالف ہو اسے رد کر دیا کرو۔

امام مالک رحمہ اللہ کا بڑا مشہور قول ہے:

ليس أحد بعد النبي ﷺ إلا يوخذ من قوله ويترك إلا النبي ﷺ۔ (جامع البیان العلم وفضلہ ۲/۹۱)

نبی ﷺ کے بعد جو شخص بھی ہے اس کا قول تسلیم بھی کیا جاسکتا ہے اور رد بھی لیکن نبی ﷺ کے قول کو رد نہیں کیا جاسکتا۔

ائمہ کرام سنت کے شیدائی تھے جب انہیں اپنے قول کے بالمقابل کوئی سنت مل جاتی تو فوراً اپنے قول کو چھوڑ دیتے تھے امام مالک رحمہ اللہ بھی اسی اصول پر عمل پیرا تھے۔

ابن وہب کہتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ سے وضو میں پیر کی انگلیوں کے خلال کا مسئلہ پوچھا گیا تو میں نے انہیں کہتے سنا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ابن وہب کہتے ہیں کہ میں خاموش رہا۔تا آنکہ حاضرین مجلس کم ہو گئے تو میں نے عرض کیا: ہمارے پاس اس مسئلہ میں ایک حدیث ہے،امام مالک رحمہ اللہ نے دریافت فرمایا: وہ کونسی حدیث ہے؟ تو میں نے بیان کیا۔

ہم سے حدیث بیان کیا، لیث بن سعد اور ابن لہیعہ اور عمرو بن حارث نے یزید بن عمرو المعافری سے انہوں نے روایت کیا عبدالرحمٰن الحبلی سے انہوں نے روایت مستورد بن شداد قرشی سے وہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی چھوٹی انگلی سے پیر کی انگلیوں کا خلال کیا۔ابن وہب بیان کرتے ہیں اسکے بعد جب بھی امام صاحب سے تخلیل اصابع (پیر کی انگلیوں کا خلال) کا مسئلہ پوچھا جاتا تو آپ پیر کی انگلیوں میں خلال کا حکم دیتے۔ (سنن بیہقی ۱/۸۱)

امام مالک رحمہ اللہ کی نظر میں اگر کسی کی بات بغیر سوچے سمجھے قبول کی جاسکتی ہے تو وہ صرف اور صرف رسول اکرم ﷺ کی بات ہے کیونکہ آپ کے سوا کوئی بھی شخص معصوم نہیں ہے حدیث رسول کے مقابلے میں ائمہ اپنے قول سے رجوع کر لیتے تھے ان کے اقوال اور کردار سے تقلید بلا دلیل کا بطلان ظاہر ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کا تقلید سے برأت کا اعلان

ناصر الحدیث امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ متبع سنت تھے اور تقلید سے سخت متنفر تھے، یہی وجہ ہے کہ رد تقلید پر ان کے اقوال بہت زیادہ ہیں جو ان کے ناخلف نام لیواؤں کے

لئے تازیانۂ عبرت ہیں۔

۱-ما من أحد الا تذهب الخ.(إعلام الموقعين ٢/٣٦٤)

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو رسول اللہ ﷺ کی بعض حدیثیں بھول نہ گیا ہو۔ یا بعض حدیثیں اس پر مخفی اور پوشیدہ نہ رہی ہوں۔اس لئے جب میں کوئی بات کہوں یا کوئی اصول بیان کروں اوراس کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے میرے قول کے خلاف منقول ہو۔تو رسول اللہ کا ہی قول لیا جائے گا اور وہی میرا بھی قول ہوگا۔

٢-إذا صح الحديث فهو مذهبي. (إيقاظ الهمم:١٠٧)

جو صحیح حدیث میں ہے وہی میرا مذہب ہے۔

٣-قال الشافعي: إذا قلت قولا... فلا تقلدوني. (عقد الجيد:٤٥)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا جب میں کوئی مسئلہ بیان کروں اور نبی ﷺ کا ارشاد میرے قول کے خلاف ہوتو جو نبی ﷺ سے صحیح طور سے ثابت ہو وہی لائق عمل ہے، پس میری تقلید مت کرو۔

٤-وكا ن الشافعي: يقول إذا... فلا تقلدوني.(عقد الجيد:٤٩)

امام شافعی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، جب صحیح حدیث مل جائے پس وہی میرا مذہب ہے اور جب میرا کلام حدیث کے خلاف ہوتو حدیث پر عمل کرو اور میرے کلام کو دیوار پر دے مارو، میری تقلید مت کرو۔

٥-قد صح عن الشافعي أنه نهى عن تقليده وتقليد غيره.(عقد الجيد:٤٠)

امام شافعی رحمہ اللہ سے یہ ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی اور غیر کی تقلید سے منع کیا ہے۔

٦-كل مسئلة.........وبعد مماتي (المختصر المؤمل:٣٥)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: میرا جو فتوی حدیث کے خلاف ہو اگر مجھے میری زندگی میں

علم ہو جائے تو میں اس سے رجوع کرنے والا ہوں اگر (کسی کو) میری موت کے بعد پتہ چل جائے تب بھی اس سے رجوع کرنے والا ہوں۔

۷-أنتم أعلم بالحديث.... إذا كان صحيحا. (إعلام الموقعین ۲/ ۳۲۵)

ایک روز امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنے شاگرد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے فرمایا.

تمہیں حدیث ورجال کا علم مجھ سے زیادہ ہے، سو جو صحیح حدیث ملے مجھے بھی بتا دیا کرو خواہ اس کے راوی کوفی ہوں، یا بصری یا شامی۔ تاکہ جب وہ صحیح ہو تو میں اسے اپنا مذہب قرار دوں۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کس قدر واضح الفاظ میں تقلید سے اپنی برأت کا اعلان کر رکھا ہے، فرمارہے ہیں کہ میرا اصل مذہب صحیح حدیث پر عمل کرنا ہے۔ اور اگر میں نے کوئی فتوی حدیث کے خلاف نادانستہ طور پر دے دیا ہو اور اس کا علم تمہیں میری موت کے بعد ہو تب بھی تم میرے قول یا فتوی کو نہیں بلکہ حدیث کو میرا مذہب سمجھنا اور اسی کو اختیار کرنا۔ کاش امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید کا دم بھرنے والے مذکورہ اقوال سے واقفیت حاصل کریں۔ ان کے نام پر رسم ورواج اور بدعات کو انجام دینے سے گریز کریں اور حدیث کی عظمت کو دل کی گہرائیوں سے قبول کریں۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے تقلید کی مذمت

امام اہل السنۃ قاطع البدعۃ احمد بن حنبل رحمہ اللہ اس بات کو بھی ناپسند فرماتے تھے کہ ان کے فتاوے لکھے جائیں، جیسا کہ علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے ''مناقب الإمام أحمد'' ۱۹۲: میں لکھا ہے:

امام احمد رحمہ اللہ اپنی اور غیر کی تقلید سے روکتے تھے اسی سلسلے میں ان کے بہت سے اقوال ہیں:

۱-وكان الإمام احمد يقول ليس.... والسنة.　　　عقد الجيد :۵۲.

امام احمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے نہ میری تقلید کرنا، نہ مالک اوراوزاعی کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرو، بلکہ جہاں سے مسائل انہوں نے اخذ کئے ہیں تم بھی وہیں سے یعنی کتاب وسنت سے لو۔

۲-وكان الإمام احمد يقول خذوا.... في البصيرة. (میزان شعرانی ۱/۱۰)

امام احمد رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے علم اس جگہ سے حاصل کرو جہاں سے دوسرے ائمہ نے لیا (یعنی کتاب وسنت سے) اور تقلید پر بھروسہ مت کرو، کیونکہ تقلید دل کی آنکھ کو اندھا کردیتی ہے۔

۳-يحث العلماء علي ان يأخذوا......... من المجتهدين. (أيضا ۱/۲۵)

امام احمد رحمہ اللہ اس بات پر زور دیتے تھے کہ احکام دین اصل سر چشمہ (کتاب وسنت) سے حاصل کریں اور پس پردہ کسی مجتہد کی آڑ میں تقلید پر قناعت نہ کریں۔

۴-وكان ولده عبد الله يقول ....صاحب الرأي. (أيضا ۱/۵۱)

امام احمد رحمہ اللہ کے بیٹے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ امام احمد رحمہ اللہ سے دریافت کیا کہ ایک ایسا شہر ہے جہاں ایک محدث اہل حدیث ہے جو کہ صحیح، ضعیف حدیث کی پہچان کا علم نہیں رکھتا اور ایک صاحب قیاس ہے اب فرمائیں کہ وہاں کس سے فتوی پوچھیں۔ امام صاحب نے جواب دیا اہل حدیث سے فتوی پوچھیں اہل قیاس سے نہ پوچھیں۔

۵-وكان الأئمة.........كلهم الحائط (أيضا ۱/۷۶)

تمام ائمہ مجتہدین اپنے ماننے والوں کو کتاب وسنت پر عمل کرنے کی ہدایت فرماتے تھے، اور فرماتے جب تم ہماری بات کو کتاب وسنت کے خلاف پاؤ، اس وقت ہماری بات کو دیوار پردے مارو اور کتاب وسنت پر عمل کرو۔

ان دلائل وشواہد سے پتہ چلتا ہے کہ امام احمد متبع سنت تھے اور تقلید سے متنفر تھے وہ نہیں چاہتے تھے کہ ان کے فتاوے جمع کیے جائیں اور لوگ ان کی تقلید کریں۔

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔اسی لئے امام احمد رحمہ اللہ نے فقہ میں کوئی کتاب تالیف نہیں کی۔ بلکہ آپ کے شاگردوں نے آپ کے اقوال وافعال اور جوابات وغیرہ سے آپ کے مذہب کی جمع وتدوین کی (ایقاظ الہمم ۱۱۳)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ائمہ مجتہدین کو ان کی قبروں کو نور سے بھر دے۔انہوں نے ہم سب کو نہایت ایمانداری کے ساتھ تقلید سے روکا ہے اور بار بار روکا ہے متعدد بار مختلف الفاظ میں تقلید کی مذمت فرمائی ہے اور مسائل کو اصل سرچشمہ یعنی کتاب وسنت سے لینے کی تاکید فرمائی ہے کاش ہم مسلمان صحیح معنوں میں ان کی قدر دانی کریں اور کتاب وسنت پر عمل کریں۔

تقلید محدثین کرام کی نظر میں

امام حزم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱-التقلید حرام........بلا برهان. (عقد الجید :۴۰).

تقلید حرام ہے اور کسی بھی شخص کو یہ حلال نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی کا بھی قول بلا دلیل قبول کرے۔

۲-فإن هؤلاء........على الناس تقليده.(منہاج السنۃ ۲/ ۹۱)

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ چاروں امام ایک زمانہ میں نہیں ہوئے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ۱۵۰ھ میں فوت ہوئے امام مالک رحمہ اللہ ۱۷۶ھ میں فوت ہوئے امام شافعی رحمہ اللہ ۲۰۴ھ اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے، اور ان میں سے کوئی پچھلا پہلے کی تقلید نہیں کرتا تھا اور یہ لوگوں سے نہیں کہتے تھے کہ ہماری اتباع کرو، بلکہ سارے ائمہ کتاب

وسنت کی اتباع کی طرف بلاتے تھے ان کو جب کوئی بات کتاب وسنت کے مخالف معلوم ہوتی تو فوراً اس کو رد کر دیتے تھے اپنی تقلید کو انہوں نے کسی پر واجب نہیں ٹھہرایا۔ رحمہم اللہ

۳-وانا نعلم بالضرورة.......علی لسانه ﷺ (اِعلام الموقعین ۲/۳۰۶)

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں، ہم بخوبی جانتے ہیں کہ صحابہ وتابعین کے زمانے میں کوئی شخص کسی کی تقلید نہیں کرتا تھا۔ اس خیر وخوبی کے زمانے میں مقلدین ہمارے اس دعوے کے برخلاف ایک ایسا آدمی دکھلادیں جو ان کے برے (تقلیدی) راستے پر چلا ہو۔ یہ (تقلید کی) بدعت چوتھی صدی میں پیدا ہوئی جس کی مذمت رسول خدا ﷺ نے فرمائی ہوئی ہے۔

۴-لم نومن لفقیه.........لرب العالمین. (عقد الجید: مترجم، ۷۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہم کسی ایک فقیہ پر ایمان نہیں لائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی کی ہو اور اس کی اطاعت کو ہم پر فرض کیا ہو۔ اور یہ کہ وہ غلطی سے پاک ہو۔ اگر ہم کسی فقیہ کی اطاعت اس وجہ سے کریں کہ وہ کتاب وسنت سے ہے۔ تو یہ اطاعت اس بات سے خالی نہ ہوگی کہ فقیہ کا فتوی کتاب وسنت سے ہے یا پھر اس نے ان دونوں سے استنباط کیا ہے یا اس نے حکم کو قرائن سے معلوم کیا ہے کہ اس کا فلاں حکم فلاں صورت میں فلاں وجہ سے ہے اور یہ بات اس کے دل میں پختہ ہوگی۔ تو اس نے ایک غیر منصوص صورت کو اس منصوص پر قیاس کیا ہو اور اس کا ظن غالب یہ ہو کہ رسول اللہ نے یوں فرما دیا کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائے وہاں اب یہی ہوگا اور قیاس اس حکم میں داخل ہے۔ تو گویا یہ مسئلہ بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو گیا، ہاں اس طریقہ میں صرف ظن ہے، یقین نہیں، جیسا کہ واضح اور صاف مسئلہ میں یقین ہوتا ہے، غرض یہی بات ہے جس کی وجہ سے جائز ہوا کہ جاہل عالم کے قول پر عمل کرے اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو کبھی کوئی مومن کسی کی مجتہد کی تقلید نہ کرے۔ اگر ہم کو اس فقیہ کے مذہب کے خلاف کسی معتبر

سند سے رسول اللہ ﷺ کی حدیث مل جائے اور ہم اس حدیث کو چھوڑ کر فقیہ کے گمان پر عمل کرلیں تو ہم سے بڑا ظالم کون ہوگا؟ اور قیامت کے دن رب العالمین کے سامنے ہمارا عذر کیا ہوگا؟

۵-إن الله ذم التقليد ....علی وفاق الكفار. (تفسیر کبیر ا/۲۰۵)

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے تقلید کی مذمت فرمائی ہے۔جس شخص نے نظر واستدلال کی طرف بلایا اس نے قرآن اور انبیاء کے دین کی موافقت کی اور جس نے تقلید کی طرف بلایا اس نے قرآن کی مخالفت اور کفار کی موافقت کی۔

٦-إن الشرعية المطهرة............من الكبائر. (کشف الغمہ مصری ۱۱)

امام شعرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں شریعت مطہرہ سب کے لئے عام ہے۔کسی مذہب کو دوسرے مذہب پر فوقیت نہیں۔جس شخص نے اپنے امام کے مذہب کی فوقیت ومقصدیت کا دعوی کیا وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔

مذکورہ بالا اقوال سے صاف ظاہر ہے کہ محدثین عظام نے بھی تقلید کی آفت سے روکا ہے اور کسی کو بھی یہ مقام نہیں دیا ہے کہ حدیث رسول کی موجودگی میں اس کے قول وعمل کو حجت بنایا جائے کیونکہ نبی ﷺ کے سوا کوئی بھی معصوم نہیں ہے۔نہ کوئی اپنے صحیح ہونے کا دعوی کرسکتا ہے۔اس لئے ظن وتخمین کے بجائے شاہراہ یقین کتاب وسنت کو اپنایا جائے اور دوسری پگڈنڈیوں سے اپنے آپ کو دور رکھا جائے اور فقہاء ومجتہدین کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے کہ ان کے مخالف کتاب وسنت اقوال کو چھوڑ دیا جائے۔جس کی نصیحت خود ائمہ مجتہدین نے کر رکھی ہے اور دوسرے معاصرین ومحدثین بھی اس کی گواہی دے رہے ہیں۔

کتب احناف اور تقلید

علامہ ابن الہمام حنفی فرماتے ہیں:

فلا دلیل علی وجوب ....لا تعلمون .(فتح القدیر، باب آداب القاضی شرح ہدایہ ۳/ ۶۴۷)

اپنے اوپر کسی خاص معین مجتہد کے قول وفعل کو لازم اور واجب ٹھہرا لینے کی کوئی بھی دلیل شرعی نہیں ہے۔ بلکہ دلیل شرعی کا مقتضی تو یہ ہے کہ خواہ کوئی بھی مجتہد ہو جب حاجت پڑے مسئلہ پوچھ لے جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے، ناواقف لوگ عالموں سے پوچھ لیا کریں۔

۲-حنفیہ کی کتاب مجالس الابرار میں ہے

یجب علی کل مومن.....له أصلا (طبع مصطفانی ۴۵)

ہر مومن پر واجب ہے کہ معرفت الٰہی اور تمام اعتقادی امور میں نظر و استدلال کیا کرے تاکہ اہل تقلید سے نکل کر اہل تحقیق میں داخل ہو جاوے کیونکہ مقلد کو یقین کا مرتبہ کبھی حاصل نہیں ہوتا۔

۳-حنفیہ کی مشہور کتاب مبسوط میں ہے:

لوجاز التقلید.......ان یقلدوا.(طبع مصر ۱۲/ ۲۸)

اگر تقلید جائز ہوتی تو ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے جو لوگ تھے مثل حسن بصری اور ابراہیم نخعی کے ان کی تقلید زیادہ تر لائق تھی، بہ نسبت ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے۔

۴-صاحب روح المعانی حنفی فرماتے ہیں:

ان کان للضلالة اب فالتقلید ابوها (۱/ ۸۹)

یعنی تقلید گمراہی کا باپ ہے۔

۵-من المعلوم.........بالسنة (شرح عین العلم مطبوعہ عامرہ استنبول ۳۲۶)

یہ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو یہ تکلیف نہیں دی کہ وہ حنفی، مالکی، شافعی، یا حنبلی بنے بلکہ تمام لوگوں کو اس کا مامور کیا وہ سنت کے موافق عمل کریں۔

۶-فاخرج نفسك............التحقيق. (شامی: ۱/ ۳۵۷)

تقلید کی گمراہی اور وہم کی حیرت سے اپنے آپ کو دور کر اور تحقیق کے چراغوں سے روشنی حاصل کر۔

۷-حنفیہ کی کتاب ''قول سدید'' میں ہے:

أعلم أنه لم يكلف الله ....بشريعته (قول سدید ۳).

یہ بات جان لو: کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے کسی کو اس امر کی تکلیف نہیں دی ہے کہ وہ حنفی، مالکی، شافعی یا حنبلی بنیں بلکہ ان پر اس بات پر ایمان لانا واجب کیا ہے، جس کے لئے محمد ﷺ کو مبعوث کیا ہے اور آپ کی شریعت پر عمل کرنا واجب کیا ہے۔

دیکھا آپ نے: کتب احناف میں بھی تقلید کی مذمت اور اس کا بطلان بالصراحت موجود ہے کیونکہ قرون ماضیہ میں وجوب تقلید کے لوگ قائل نہ تھے بلکہ مسائل غیر منصوص میں بلا کسی تخصیص کے علماء سے ناواقف لوگ معلومات حاصل کر لیتے تھے اور ان میں تقلید شخصی کے جراثیم نہیں پائے جاتے تھے وہ گروہ بندی اور فرقہ بندی کے بالکل قائل نہ تھے سب کے سب سنت کے شیدائی تھے اور غیر منصوص مسائل ہیں جس عالم سے اتفاق پڑا مسئلہ پوچھ لیتے اور عمل کر لیتے تھے مگر حدیث یا دلیل واضح ہو جانے پر عالم کے قول سے دستبردار ہو جاتے تھے۔

تقلید پر ایک شافعی عالم کا تبصرہ

تاریخ کی ورق گردانی کرنے والے جانتے ہیں کہ علماء راسخین ہر دور میں گزرے ہیں جن کی نسبت کسی نہ کسی امام کی طرف کر دی گئی ہے، مگر حقیقت میں وہ جامد مقلد نہ تھے،

کتاب وسنت کی بالادستی کوتسلیم کرتے تھے اور امام کا قول اگر حدیث کے خلاف نکل آیا تو حدیث پر عمل کرتے کیونکہ تمام ائمہ نے یہی نصیحت کی ہے۔

اثبات تقلید کے سلسلے میں ائمہ کرام خصوصا امام شافعی رحمہ اللہ کا کوئی ضعیف ترین قول بھی موجود نہیں ہے۔ جسے ان کے ماننے والوں نے اچھی طرح سمجھا ہے، چنانچہ ساتویں صدی کے مشہور عالم شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام رحمہم اللہ نے تقلید کے متعلق بڑا ہی منصفانہ تبصرہ فرمایا ہے جسے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔

یہ انتہائی عجیب بات ہے کہ فقہاء مقلدین میں سے بعض لوگ اپنے امام کے مأخذ کے ضعیف ہونے سے واقف ہوتے ہیں اور اس کا دفاع نہیں پاتے مگر پھر بھی وہ اس مسئلہ میں اپنے امام کی تقلید کرتے ہیں۔ کتاب وسنت اور قیاسات صحیحہ جس مذہب کی صداقت کی شہادت دیتے ہیں محض اپنے امام کی تقلید جامد کے باعث اسے چھوڑ دیتے ہیں بلکہ کتاب وسنت کے ظاہر کو چھوڑنے کے لئے دور کی اور باطل تاویلات کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔

لوگ ہمیشہ اس عالم سے مسائل پوچھتے رہے جس سے ملنے کا اتفاق ہوگیا اور کسی خاص مذہب کی تعیین کئے بغیر اور کسی سائل پر ملامت کئے بغیر مسائل معلوم کرتے رہے۔ آخر کار یہ مذاہب (فقہی) ظاہر ہوگئے اور متعصب مقلدین نمودار ہوگئے۔ اور ان متعصب مقلدین کا حال یہ ہے کہ اگرچہ ان کا مذہب دلائل سے دور ہو پھر بھی اس کی تقلید کرتے ہیں۔ گویا ایک "نبی مرسل" کا قول ہو یہ طریقہ حق سے بعید اور صداقت سے دور ہے کوئی صاحب عقل آدمی اس کو پسند نہیں کرسکتا (حجۃ اللہ البالغۃ اول مترجم: ۳۷۴، مکتبہ تھانوی دیوبند)

یہ تحریر کس قدر چشم کشا ہے ہر صاحب عقل ودانش اسے محسوس کرسکتا ہے کہ متقدمین علماء شوافع تقلید کا کیا مطلب سمجھتے تھے وہ فقہی مذاہب اور گروہ بندی کے کہاں تک قائل تھے۔ کیا وہ تقلید جامد کے شکار تھے وہ کن مقلدین کو متعصب سمجھے تھے۔

سچ ہے انہوں نے کتاب وسنت اور قیاسات صحیحہ کو اپنانے اور اماموں کی بے دلیل اور خلاف حدیث باتوں کو چھوڑنے کی تعلیم دی ہے اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ کسی بھی عالم وفقیہ کا قول ''نبی مرسل'' کے قول کے مساوی نہیں ہوسکتا۔ فجزاهم الله خيرا

تقلید کے متعلق امام ابوشامہ کی وضاحت

ایک شافعی عالم، علامہ عبد الرحمٰن ابو شامہ دمشقی رحمہ اللہ (المتوفی ٦٦٥) گزرے ہیں۔ جن کی ایک تقلید شکن کتاب ہے "مختصر المؤمل في الرد إلى الأمر الأول" جس کا ترجمہ مرکز الدعوۃ الاسلامیۃ الخیریۃ سونس، نے ۲۰۰۷ میں ''راہ اتباع'' کے نام سے شائع کر دیا ہے۔

جس میں اندھی تقلید اور مسلکی تعصّبات سے بلند تر ہو کر شاہراہ کتاب وسنت پر چلنے کی دعوت دی گئی ہے، کتاب وسنت کی طرف آنے اور تقلید سے باز رہنے کی بابت ائمۂ کرام کے فرمودات نقل کئے گئے ہیں کتاب لائق مطالعہ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تقلید کے متعلق ابوشامہ کا ایک فرمان نقل کیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

جو فقہ میں مشغول ہو اسے چاہئے کہ وہ ایک ہی امام کے مذہب پر اکتفا نہ کرے بلکہ ہر مسئلہ میں اسی کو صحیح سمجھے کہ جو کتاب اللہ اور سنت محکم کی دلالت ومعنی کے قرین ترین ہو۔ یہ طریقہ اس کے لئے آسان ہے جب کہ اس نے سابقہ علوم کو بہتر ڈھنگ سے حاصل کرلیا ہو۔ اسے یہ بھی چاہئے کہ وہ متعصب اور متاخرین کے اختلافات میں غور کرنے سے پرہیز کرے۔ کیونکہ یہ کام وقت برباد کرنے والا اور صاف طبائع کو مکدر کرنے والا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ سے ثابت ہے کہ انہوں نے اپنی تقلید کرنے اور دوسروں کی تقلید کرنے سے

منع کیا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے صاحب امام مزنی نے اپنی مختصر میں فرمایا ہے میں نے اس کتاب میں علوم شافعی اوران کے اقوال کے مطالب کومختصر طور پر بیان کیا ہے، تا کہ اس شخص کواس کے ذہن کے قریب کردوں جوان کو جاننا چاہتا ہےاور ساتھ ہی یہ بتادوں کہ امام شافعی نے اپنی تقلیداور دوسروں کی تقلید سے منع فرمایا تا کہ وہ انسان اپنے دین پر نظر کرےاوراپنے لئے احتیاط کرے یعنی یہ بھی بتادوں کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی تقلیداور دوسروں کی تقلیدکی ممانعت فرمائی ہے(حجۃ اللہ البالغۃ اول مترجم:۳۷۵)

اس قدرعام فہم اورصریح منع تقلید کے باوجودلوگوں کاان کی اوردوسروں کی تقلید پر قانع ہوجانا بہت تعجب خیز بات ہے بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اوران کے ناخلف متبعین کا جو تذکرہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مائدہ، آیت نمبر:۱۱۶، تانمبر۱۱۸میں بیان فرمایا ہے۔اس سے کافی حدتک مماثلت بھی رکھتا ہےاللہ تعالیٰ ہر مسلمان کوغوروفکر کرنے کی توفیق دےاورعبرت پذیری کے لئے دیدہ ودل سے غفلت کے پردے چاک فرمائے۔آمین۔

تقلید بے دلیل میں علم ویقین کہاں؟

تقلید کے متعلق قرآن وحدیث اوراقوال صحابہ، ائمہ ومحدثین پڑھ لینے کے بعد آپ ضرور اس نتیجے پر پہنچ گئے ہوں گے، کہ تقلید، جہالت اور بے علمی کا دوسرا نام ہے جبکہ مسلمانوں کوشریعت پرقائم رہنےاوراس کی طرف دعوت دینے کاحکم علی وجہ البصیرۃ ہے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿قُلْ هَـٰذِهِ سَبِيلِيٓ أَدْعُوٓ إِلَى ٱللَّهِ عَلَىٰ بَصِيرَةٍ أَنَا۠ وَمَنِ ٱتَّبَعَنِى﴾ (سورۃ یوسف:۱۰۸) آپ کہہ دیجئے میری راہ یہی ہے میں اور میرے فرماں بردار اللہ کی طرف بلارہے ہیں، پورے یقین واعتماد کے ساتھ۔

سچ تو یہ کہ تقلید سے علم ویقین حاصل نہیں ہوتا اس میں خطا وصواب کا امکان باقی رہتا ہے اور نبی ﷺ کی طرف سے یہ اعلان کروایا جارہا ہے کہ میں اور میرے پیروکار پورے علم ویقین اور دلائل شرعی کی روشنی میں لوگوں کو بلا رہے ہیں۔

دوسری جگہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی خوبی بیان کرتا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمّاً وَعُمْيَاناً﴾ (سورۃ الفرقان:۷۳)

اور جب انہیں ان کے رب کے کلام کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو وہ اندھے بہرے ہوکران پر نہیں گرتے۔

یعنی وہ نیک بندے آیات الٰہی کو غور اور توجہ سے سنتے ہیں انہیں آویزہ گوش اور حرز جاں بناتے ہیں۔ بہروں اور اندھوں کی طرح ان سے اعراض وغفلت نہیں برتتے۔ بلکہ پورے علم ویقین کے ساتھ اس نصیحت کو قبول کرتے ہیں جس کا تذکرہ ان آیتوں میں ہوتا ہے۔

اندھوں کی طرح ہر چیز کو بغیر علم کے مان لینا بہروں کی طرح بغیر سمجھے باتوں کا جواب دے دینا، یا سر ہلا دینا یہ اہل علم ودانش کا کام نہیں ہے اللہ نے عقل جیسی نعمت سے نوازا ہے سماعت اور بصارت کی دولت سے سرفراز کیا ہے تو عباد الرحمٰن اس کا صحیح استعمال بھی کرتے ہیں ان کی اس خوبی کو اجاگر کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے علم کی اہمیت جتاتے ہوئے فرمایا: ﴿فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ (سورۃ محمد:۱۹)

پس (اے نبی ﷺ) آپ جان لیجئے کہ بلاشبہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں۔

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ انسان اللہ کی معرفت حاصل کرے وجود باری تعالیٰ کو دلائل کی روشنی میں دل ودماغ میں بٹھالے تاکہ دوسروں کے سامنے بھی توحید کی دعوت کو برملا پیش کرسکے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کو لانے سے پہلے ایک باب باندھا ہے:

باب العلم قبل القول والعمل۔ (حدیث نمبر:۶۸ سے پہلے)

یعنی قول وعمل سے پہلے علم ضروری ہے۔

دین کی بنیادی باتوں میں یہ بات بھی شامل ہے کہ دین کے احکام ومسائل کو دلائل کے ساتھ جانا جائے اس پر عمل کیا جائے اس کی دعوت دی جائے اور راہ دعوت میں آزمائش سے دوچار ہونا پڑے تو اس پر صبر کیا جائے۔ جنہیں اس حقیقت کا علم ہے وہ پورے شرح صدر کے ساتھ علی وجہ البصیرۃ دین پر قائم رہتے ہیں۔ لیکن مقلد اعمیٰ کو کبھی شرح صدر حاصل نہیں ہوتا۔ وہ علم سے کورا ہوتا ہے مسائل شریعت کو وہ کتاب وسنت کے بجائے اقوال الرجال سے لیتا ہے، اور بلا دلیل اسے تسلیم کر لیتا ہے اور بلا دلیل غیر نبی کی بات مان لینا یہی تقلید ہے۔ جب کہ نبی ﷺ کی دعوت علم ویقین اور دلائل ومعرفت کی ہے اور پیروکاروں کے لئے بھی یہی حکم ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بغیر دلیل کسی کی بات کو ماننے کا حکم شریعت اسلامیہ میں نہیں ہے۔ ائمہ کرام نے بھی یہی باور کرایا ہے کہ جب تک میرے قول کی دلیل نہ معلوم ہو میرے قول پر فتوی نہ دیا جائے اور صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے بلا دلیل علم طلب کرنے والے کی ایک اچھی مثال دی ہے ملاحظہ فرمایئے: اس شخص کی مثال جو علم کو بلا دلیل طلب کرتا ہے، وہ اس لکڑہارے کی مانند ہے جو رات میں ایندھن کا ایک بوجھ اٹھائے جاتا ہے جس میں سانپ بھی ہے مگر اسے علم نہیں کہ وہ اسے ڈسے گا۔ مقلد بے چارہ بھی اس لکڑہارے کی طرح اپنے انجام سے بے خبر ہو کر بے دلیل باتوں پر عمل کئے جا رہا ہے اور اپنے امام کی نصیحت بھی سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

افسوس ہے ان مقلدین پر جو منع تقلید کے باوجود ائمہ کی تقلید کئے جا رہے ہیں اور بغیر دلائل کے ان کے اقوال پر فتوی دینے میں ذرا بھی عار نہیں محسوس کرتے۔ سچ ہے تقلیدی ظلمات کے شکار مقلدین کا علم ویقین سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا:

تقلید بے دلیل میں علم و یقین کہاں؟
ظلماتِ شب میں تابشِ مہر مبیں کہاں؟

تقلید کب اور کیسے نمودار ہوئی

تقلید تو یہود و نصاریٰ میں بھی تھی جس کی جانب قرآن نے اشارہ کیا۔ ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَاباً مِّن دُونِ اللّهِ﴾ (سورۃ التوبۃ:۳۱) ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنالیا ہے۔

لیکن اس امت میں تقلید کے جراثیم کیسے منتقل ہوئے تقلید کی ابتداء کیسے ہوئی، تاریخ کے اوراق نے سب کچھ محفوظ کر رکھا ہے۔

ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تقلید کا وجود تابعین اور تبع تابعین کے دور میں بالکل نہ تھا۔ ہم اگر اس دعوی میں غلط ہیں تو کوئی مقلد ہمارے اس دعوی کو غلط ثابت کرے اور ہمیں بتلائے کہ کوئی ایک بھی شخص مذکورہ ادوار میں مقلدین کے راستے پر چلا ہو جس پر موجودہ مقلدین چل رہے ہیں یہ بدعت چوتھی صدی ہجری میں پیدا ہوئی جس کی مذمت رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے صادر ہو چکی تھی۔ (اعلام الموقعین ۲/۱۴۵)

امام ابن حزم رحمہ اللہ تقلید کی ابتداء پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

قیاس اور تقلید کا ظہور چوتھی صدی ہجری میں ہوا، تابعین کے دور میں قیاس احتیاط کی بنا پر تھی نہ کہ اس لئے کہ اسے واجب العمل سمجھا جاتا تھا، اسے یقین کا درجہ حاصل نہیں تھا بلکہ وہ صرف ظن (خیال) کی حد تک تھی۔ (احکام ابن حزم)

تاریخ تقلید سے پردہ اٹھاتے ہوئے امام الشیخ صالح العمری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

تقلید کی بدعت رسول اللہ ﷺ کے دو سو سال بعد نکلی جب کہ خیر القرون کا زمانہ گزر گیا تھا جس کے بہتر ہونے کی تعریف خود رسول اللہ ﷺ نے کی ہے (ایقاظ الہمم:۷۵)

حنفی عالم ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ نے تاریخ تقلید کو اس طرح بیان فرمایا:
اہل سنت میں چار مذہب تین یا چار صدیوں کے گزر جانے کے بعد پیدا ہوئے (تفسیر مظہری)
شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تاریخ تقلید پر بڑا واضح تبصرہ فرمایا ہے:
چوتھی صدی ہجری تک مذہب معین تقلید شخصی پر کوئی مسلمان نہ تھا نہ ایک ہی مذہب کی فقہ پر چلتے تھے نہ اس کی حکایت اور نقل فتوی کرتے تھے۔
مزید لکھتے ہیں کہ ان طبقوں (مشہود لہم بالخیر) کے بعد ایک دوسری قسم کے لوگ پیدا ہوئے جو (سیدھے راستے کو چھوڑ کر) دائیں بائیں نکل گئے وہ تقلید پر مطمئن ہو کر بیٹھ گئے تقلید ان کے دلوں میں چیونٹی کی سی ہلکی چال گھسی اور وہ بے سمجھ تھے (تقلید پر ایسے اڑے) کہ حق و باطل میں تمیز کی صلاحیت کھو بیٹھے پھر سخت متعصب مقلدین پیدا ہوئے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)
تمام شہادتوں کا حاصل یہ ہے کہ تقلید بہت بعد میں پیدا ہوئی ہے قرون ثلاثہ میں تو اس کا نام ونشان بھی نہیں تھا۔ آخر میں ایک مشہور ہندوستانی عالم سید ابوالحسن علی میاں ندوی رحمہ اللہ کی تحریر پیش کر رہے ہیں جو مقلدین کے اطمینان کے لئے کافی ہے۔
تاریخ دعوت وعزیمت حصہ دوم میں ایک ذیلی عنوان "دور تقلید سے پہلے" کے تحت لکھتے ہیں:
"تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ چوتھی صدی سے پیشتر کسی ایک امام یا کسی ایک مذہب (فقہی) کی تقلید کا رواج نہیں ہوا تھا لوگ کسی ایک عالم کی تقلید یا کسی ایک مذہب کی تعیین اور التزام کے بغیر عمل کرتے تھے اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ شریعت پر عمل کر رہے ہیں اور براہِ راست رسول اللہ ﷺ کی پیروی کر رہے تھے۔ اسی طرح سے ضرورت کے وقت کسی معتبر عالم سے مسئلہ دریافت کر لیتے تھے اور عمل کرتے تھے، چوتھی صدی میں بھی کسی ایک مذہب کی تقلید خالص اور اس کے اصول وطریق پر فقہ حاصل کرنے اور فتوی دینے کا دستور عام نہیں تھا۔ (۳۳۳)
اس دعوے پر بطور دلیل شاہ صاحب کی کتاب حجۃ اللہ البالغۃ سے ایک تراشا نقل کیا

ہے، شاہ صاحب کی شہادت گزر چکی ہے اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ تقلید خیر القرون کے بعد نمودار ہوئی اور آہستہ آہستہ لوگوں کے دلوں میں گھستی گئی اور بے شعوری میں لوگ اسے اپناتے گئے یہاں تک کہ وہ چوتھی صدی ہجری کے آنے تک کافی مضبوط ہوگئی اور اس نے لوگوں کے دلوں میں گھر بنالیا اور اسے رواج او وہ راستی نصیب ہوئی کہ عوام وخواص میں اس کی پذیرائی ہونے لگی لیکن آج بھی تقلید اپنی بے مائیگی اور بے علمی کی بناء پر قرآن وحدیث سے مدلل ومبرہن نہ ہوسکی اور نہ آئندہ ہوسکے گی، کیونکہ تقلید نام ہے غیر نبی کی بات کو بے دلیل ماننا اور شریعت اسلامیہ کا تقاضہ یہ ہے کہ کسی بھی مسئلہ میں شخصیت نہیں دلیل دیکھی جائے گی اور دلیل کی پیروی کی جائے گی۔

چاروں کے برحق ہونے کی حقیقت

مقلدین کا یہ دعوی ہے کہ ان چاروں میں امت منحصر ہوگئی ہے اور اب حق ان سے باہر نہیں ہے۔ یا چار مصلے برحق ہیں اور حق ان چار مذاہب میں منحصر ہے اور جو بات ان سے باہر ہے باطل ہے، یا ائمہ اربعہ کی تقلید سے دستبردار ہونیوالے لامذہب اور بے دین ہیں وغیرہ۔

تعجب ہے ایک اللہ اور ایک رسول کے ماننے والے چار ٹکڑوں میں بٹ گئے اور اس دینی بٹوارے میں ائمہ اربعہ شامل نہیں ہیں بلکہ نامعلوم مقلدین نے بٹوارہ کیا ہے اور اس پر اجماع کا دعوی مستزاد اجماع کی تلوار بڑی آسانی سے چل جاتی ہے کہیں بھی چلادو۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چاروں ہی میں حق منحصر ہے اس پر کبھی اجماع ہوا ہی نہیں۔

ملاعلی قاری حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس امت میں کسی ایک پر بھی حنفی، شافعی، مالکی یا حنفی ہونا واجب نہیں۔ (سم القوارض فی ذم الروافض، معیار الحق ۷۵)

شمس الدین القونوی الحنفی کے ترجمہ میں ہے:

اور عجب تو یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کو واجب کہا جائے اور دوسروں کی پیروی سے منع کیا جائے حالانکہ اصل اتباع قرآن وحدیث کا ہے پھر کسی کا بھی قول جو کہ اگر چہ ان چار کے علاوہ ہو۔ اگر قرآن وحدیث کے موافق ہے تو قابل قبول ہے۔ (شذرات الذہب ۳۰۵)

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اپنے پیرو مرشد حضرت رشید احمد گنگوہی کو کچھ اپنے اشکالات بھیجے تھے جس میں یہ بات بھی تھی جس کا شیخ نے بھی انکار نہیں کیا ہے ملاحظہ فرمائیں:

اگر چہ اس امر پر اجماع نقل کیا گیا ہے کہ مذاہب اربعہ کو چھوڑ کر مذہب خامس متحدث کرنا جائز نہیں۔ یعنی جو مسئلہ چاروں مذہبوں کے خلاف ہو اس پر عمل جائز نہیں کہ حق دائر ومنحصران چار میں ہے مگر اس پر بھی کوئی دلیل نہیں۔ کیونکہ اہل ظاہر (غیر مقلد) ہر زمانہ میں رہے اور یہ بھی نہیں کہ سب اہل ہوی ہوں وہ اس اتفاق سے علیحدہ رہے، دوسرے اگر اجماع ثابت بھی ہو جائے مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا (تذکرۃ الرشید ا/۱۳۲)

دیکھا آپ نے چاروں مذہبوں میں حق دائر ہونے پر اور تقلید شخصی پر نہ تو کوئی دلیل شرعی ہے نہ اس پر اجماع ہوا ہے بس یہ ایک رواجی چیز ہے جو امت میں آہستہ آہستہ سرایت کر گئی ہے۔

ایک طرف تو یہ دعوی ہے کہ چاروں برحق مگر مسائل میں باہم اتنا اختلاف ہے کہ سب کو حق کہا ہی نہیں جا سکتا مسئلہ ایک مگر ایک کے یہاں جائز دوسرے کے یہاں ناجائز ایک کے یہاں حلال دوسرے کے یہاں حرام۔ اجتماع الضدین مگر دونوں برحق، ہر کوئی اپنے امام کی مان کر چلے یہی مطلب ہے چاروں کے برحق ہونے کا۔ اگر کسی کو اطمینان نہیں ہوتا کوئی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سوال کر بیٹھتا ہے تو اسے تھپکیاں دے کر سلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ صحابہ کرام میں بھی جائز ناجائز اور حلال وحرام کے اختلافات تھے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کے اختلافات کو ائمہ امت نے دلائل کی روشنی میں دیکھا اور پرکھا ہے ہر ایک کو حق نہیں گردانا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ کے صحابیوں کے اختلافات ہیں ان میں مخطی اور مصیب دونوں ہیں لہٰذا تم خود اجتہاد کرو (اور حق معلوم کرو)۔ (الأحکام لابن حزم، جامع بیان العلم ۲/۸۱)

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جس بات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم متفق ہیں ہم اس پر عمل کرتے ہیں اور جہاں مختلف ہیں تو قیاس سے تحقیق کرتے ہیں حتی کہ بات ظاہر ہو جائے (کہ کون سی بات حق ہے) مزید فرمایا کہ جو حکم صحابہ سے وارد ہے اسی میں ہم (تحقیق کر کے صحیح بات کا) انتخاب کرتے ہیں۔ (المیزان للشعرانی ۱/۶۵)

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے متعلق لکھتے ہیں

اگر صحابہ کے اقوال مختلف ہوتے تو ان میں جو قول قرآن وحدیث سے زیادہ قریب ہوتا اسی کو اختیار فرماتے۔ (اِعلام الموقعین ۱/۳۱)

ائمہ اربعہ کے اقوال اس سلسلے میں کتنے واضح ہیں کہ وہ صحابہ کرام کے اختلافات یعنی اجتماع الضدین کو حق نہیں کہتے تھے بلکہ اسی قول کو حق گردانتے تھے جو کتاب وسنت کے موافق ہوتا۔ مگر مقلدین کی اکثریت چاروں کو برحق مانتی ہے جس کی کوئی دلیل نہیں ہے حالانکہ ان کا جو اجماعی اصول ہے اس کی روشنی میں اگر جائزہ لیا جائے تو ہر ایک تین کو غلط کہتا ہے اور خود اپنی حقانیت بھی ان کی نظر میں مشکوک ہے۔

"مذهبنا صواب يحتمل الخطاء ومذهب غيرنا خطأ يحتمل الصواب"

یعنی ہمارا مسئلہ صحیح ہے لیکن احتمال رکھتا ہیکہ وہ غلط ہو اور ہمارے مخالف کا مسئلہ غلط ہے لیکن صحیح ہونے کا بھی احتمال ہے۔ کسی کو بھی اپنے مسئلے کے سو فیصد صحیح ہونے کا یقین نہیں ہے پھر بھی چاروں مذہب کے حق اور اسی میں حق دائر ہونے کا دعویٰ کتنا مضحکہ خیز ہے۔

مسلکوں کے استحکام وترقی میں سلطنتوں کا عمل دخل

آپ پڑھ چکے کہ مذاہب اربعہ من عنداللہ نہیں ہیں، جیسا کہ عوام الناس سمجھ رہے ہیں۔ نہ ہی ان مذاہب کی کوئی تخصیص شرعا ثابت ہے۔ بس ایک رواج ہے کہ تقلید امت کی اکثریت میں سرایت کرگئی اور آہستہ آہستہ اس کی قباحت وشناعت لوگوں کے دلوں سے اٹھ گئی اور اس کے لئے لوگوں میں گرویدگی پیدا ہوگئی ایسے ہی حالات کی ترجمانی کسی شاعر نے کی ہے ۔ جو تھا ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا۔

عربی زبان کا ایک مقولہ ہے "الناس علی دین ملوکھم "یعنی بادشاہوں کا مذہب ومسلک رعایا میں بہت زور کے ساتھ اشاعت پذیر ہوتا ہے۔ جب ہم اس مقولے پر نظر ڈالتے ہیں اور تقلیدی مذاہب کے پھیلنے کے اسباب کا جائزہ لیتے ہیں۔ تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ مسلکوں کے استحکام وترقی پانے میں سلطنتوں کا کافی عمل دخل ہے، کتابوں میں اسباب ووجوہات موجود ہیں نمونے کے لئے چند ملاحظہ فرمائیں:

مقریزی اور ابن خلکان دونوں متفقہ طور پر لکھتے ہیں:

یعنی شروع میں دو مذہب بزور سلطنت پھیلے۔ حنفی مذہب مشرق سے افریقہ تک اور مالکی مذہب اسپین میں (وفیات الاعیان ۲/۱۶۷)

مصر میں جب صلاح الدین ایوبی شافعی کا تسلط ہوا تو اس نے صدرالدین مارانی شافعی کے ہاتھ میں عہدۂ قضا کی باگ ڈور دے دی، اس وقت سے مصر کا قاضی شافعی مذہب کا ہونے لگا۔ اس طرح سے مصر میں شافعیت کو بہت کچھ فروغ ہوا۔ (افتراق الامم طبع جوائب ۳۳۳)

علامہ مقریزی لکھتے ہیں:

یعنی افریقہ والوں پر اتباع سنت واثر کا ولولہ غالب رہا۔ یہاں تک کہ عبداللہ فاسی وہاں

حنفی مذہب لے کر پہنچا اور قاضی اسد حاکم افریقہ نے سارے ملک پر حنفی مذہب کو غالب کر دیا۔ (کتاب الخطط ۲/۳۳۳)

معزبن بادیس پانچویں صدی کے شروع میں جب افریقہ کے حاکم ہوئے تو انہوں نے سارے ملک کو مالکی مذہب قبول کرنے پر مجبور کر دیا۔ (مقریزی وابن خلکان ۲/۱۰۵)

ابوحامد اسفرائینی نے جب خلیفہ ابوالعباس القادر باللہ کے دربار میں رسوخ پایا تو خلیفہ سے اس بات کی منظوری حاصل کرالی کہ ابومحمد بن اکفانی حنفی قاضی بغداد کو معزول کر کے بجائے ان کے ابوالعباس حامل یا مازری شافعی کو قاضی مقرر کیا جائے۔ بے چارے ابومحمد صاحب کو خبر بھی نہیں۔ آخر وہ معزول ہوئے اور مازری قاضی مقرر کئے گئے اور ابوحامد اسفرائینی نے ادھر سلطان محمود بن سبکتگین کو جو اس وقت اعظم السلاطین تھے لکھ بھیجا۔ کہ خلیفہ نے محکمۂ قضاء حنفیوں سے نکال کر شافعیوں کو دے دیا ہے لہٰذا تم کو اپنے ممالک میں اس پر عمل درآمد کرنا چاہئے (خیبۃ الاکوان ۱۰۴ مطبوعہ نظامی پریس کانپور ۱۲۹۱ھ)

اس انقلاب سے خراسان میں بھی شور اٹھا اور دارالخلافہ بغداد کے لوگ بھی مختلف ہو کر دو فریق ہو گئے اور ملک میں فتنہ وفساد پھیل گیا۔ آخر خلیفہ کو سابق دستور کے موافق بدلنا پڑا اور مازری کو معزول کر کے اکفائی کو قضا دینی پڑی۔ یہ واقعہ ۳۹۳ھ کا ہے۔

اس طرح سلاطین اور قضاۃ میں تال میل کی وجہ سے یہ مذاہب پھیلتے اور مضبوط ہوتے گئے چونکہ زیادہ سلاطین حنفی ہوئے ہیں۔ اس لئے حنفی مذہب کی تقلید کو سب سے زیادہ ترقی حاصل ہوئی اور عوام اپنے پادشاہوں کے طور وطریقوں کو اپناتے رہے۔

جن مسلکوں کو بادشاہوں کی حمایت یا سرپرستی نہ مل سکی وہ جلد ہی ختم ہو گئے اور جنہیں حمایت وسرپرستی ملی وہ مضبوط سے مضبوط ہوتے گئے۔

الحاصل چاروں مذہبوں کے فروغ واستحکام کے اسباب ووجوہات میں سلطنتوں کا عمل

دخل بھی شامل ہے۔یہ مسالک کے حقانیت کی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کی گود سے جن فتنوں نے جنم لیا ہے لاکھ کوششوں کے باوجود امت مسلمہ ان فتنوں سے آج تک ابھر نہ سکی۔

وحدت امت کو آخر پارہ پارہ کر دیا

رسول اللہ ﷺ نے امت کو جس شاہراہ پر چھوڑا تھا، اس کی واضح نشاندہی بھی کر دی تھی۔جو ذخیرہ احادیث میں آج بھی محفوظ ہے نمونۂ احادیث سے تین تراشے پیش کئے جا رہے ہیں۔

۱-أني وقد تركت فيكم ما ان اعتصمتم به فلن تضلوا ابدا كتاب الله وسنة نبيه (رواہ الحاکم، صحیح الترغیب والترہیب الجزء الأول رقم الحدیث:۳۶)

یقیناً میں تمہارے درمیان وہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جسے مضبوطی سے تھامے رکھو گے۔تو کبھی گمراہ نہ ہو گے۔اور وہ ہے اللہ کی کتاب اور نبی ﷺ کی سنت۔(اسے حاکم نے روایت کیا ہے)

۲-أني قد تركت فيكم شيئين لن تضلوا بعدها كتاب الله وسنتي۔(رواہ الحاکم، صحیح الجامع الصغیر، لجزءالثالث، رقم الحدیث:۲۹۳۴)

میں تمہارے درمیان دو ایسی چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر ان پر عمل کرو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ایک اللہ کی کتاب دوسری میری سنت۔(اسے حاکم نے روایت کیا ہے)

۳-لقد تركتكم على مثل البيضاء ليلها كنهارها لا يزيغ عنها إلا هالك (رواہ ابن عاصم فی کتاب السنۃ، صحیح کتاب السنۃ الجزء الأول رقم الحدیث:۴۹)

لوگو! میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑے جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اس سے وہی شخص گریز کرے گا جسے ہلاک ہونا ہے۔(اسے ابن عاصم نے

کتاب السنۃ میں روایت کیا ہے)

قرآن وحدیث ہی وہ شاہراہ ہے جس پر نبی ﷺ نے امت کو چھوڑا تھا۔ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ مجتہدین اور محدثین سب کے سب ہر معاملے میں کتاب وسنت کی بالادستی کو تسلیم کرتے تھے سب کا طریقہ کار یہی تھا کہ قرآن وسنت کی موجودگی میں کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کرتے تھے اور اگر خلاف سنت کوئی عمل غیر شعوری طور پر ہورہا ہے تو سنت کی جانکاری کے بعد اس عمل کو چھوڑ دیتے تھے اور قرون ثلاثہ میں بلا اختلاف اسی پر عمل ہوتا رہا جو دوسو بیس ہجری تک محیط ہے۔

لیکن جب تقلید نمودار ہوئی تو غیر شعوری طور پر لوگ اسے اپنانے لگے اور چیونٹی کی طرح وہ بڑی آہستگی کے ساتھ لوگوں کے دلوں میں داخل ہوتی گئی اور جب اس نے اپنے پروباز و نکالے اور لوگوں میں شخصیت پرستی کے جراثیم پھیلنے لگے تو اپنے امام کی مدح وستائش اور دوسرے ائمہ کی قدح وتنقیص میں حدیثیں وضع کی گئیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو ''سراج امتی'' اور امام شافعی رحمہ اللہ کو فتنہ علی اُمتی اُضر من ابلیس کہا گیا۔ امام مالک رحمہ اللہ کی شبیہ بگاڑنے کے لئے ان پر متعہ کے جواز کا بہتان لگایا گیا۔ اباحت شطرنج کو امام شافعی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کردیا گیا امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو کرامات اولیاء کا منکر بتایا گیا۔ اور امام احمد رحمہ اللہ پر تہمت لگائی گئی کہ وہ نزول باری سے عرش کے خالی ہونے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اس طرح شخصیت پرستی نے تقلید کو پروان چڑھایا اور آہستہ آہستہ اماموں کے نام پر اشاعت مسلک کا کاروبار شروع ہوا۔ باہم مناظرہ، مجادلہ اور قتال وجدال کی وجہ سے رفتہ رفتہ تقلید نے بادشاہوں کا مضبوط سہارا ڈھونڈھ لیا جسے آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپسی مذہبی جنگ کا حال کتابوں میں مرقوم ہے نمونۂ چند ملاحظہ فرمائیں۔

فقیہ شافعی عبدالکریم قشیری ۴۴۸ھ میں بغداد آئے اور اشاعت مذہب شروع کیا تو

حنبلیوں سے ان کا مقابلہ ہوگیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بغداد میں شافعیوں اور حنبلیوں میں بڑا کشت وخون ہوا دونوں گروپ سے ایک جماعت قتل ہوئی۔ آخر نظام الملک نے جھگڑا ختم کرایا۔ (ابن خلکان ۱/۳۰۰)

اور نیساپور میں احناف اور شوافع میں فساد عظیم ہوا۔ فریقین قتل ہوئے اور ان کے مدارس جلائے گئے۔ (مرأۃ الجنان ۳/۳۰۷)

ماوراء النہر کے حنفی اور شافعی لڑنے جھگڑنے کی قوت باقی رکھنے کے لئے ماہ رمضان کے روزے چھوڑ دیا کرتے تھے (میزان شعرانی ۱/۴۳)

(مذہبی جھگڑوں کی تفصیل دیکھنی ہوتو معجم البلدان، البدایہ، سیر أعلام النبلاء وغیرہ دیکھیں اردو میں سلفیت کا تعارف ۳۲۴ تا ۳۳۱ ملاحظہ فرمائیں)

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ چوتھی اور پانچویں صدی میں تقلیدی مذاہب کافی مضبوط ہوگئے تھے اور وہ چار ہی نہیں تھے مگر اتفاق سے سرکاری سرپرستی جنہیں ملی وہ ترقی کرتے رہے لیکن ان میں قضیے اور جھگڑے ہوتے رہے بالآخر روز روز کے جھگڑوں اور قضیوں سے تنگ آکر شاہ بیبرس بندقداری نے ۶۶۵ھ میں چاروں مذہب کے چار چار قاضی عدالتوں میں مقرر کردیئے۔ (خیبۃ الاکوان ۱۵۰)

اس طرح سرکاری طور سے چاروں مذہب کو قبول کرلیا گیا اور سلاطین ان مذہبوں کے حامی وناصر ہوگئے اور جنہیں سلاطین کی حمایت نہ مل سکی وہ نامعلوم اور گمنام ہوگئے۔

حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ان چاروں مذاہب کو حکومت کے سائے میں روز بروز مزید پروان چڑھنے کا موقع ملا مگر معاملہ رکا نہیں۔ تقلید کے کرشمے جاری رہے، تقلیدی مذاہب کے جھگڑے اور قضیے ختم نہیں ہوئے۔ یہاں تک کہ خانۂ کعبہ میں امامت کا پیچیدہ مسئلہ اس طرح حل کیا گیا کہ چاروں مذہب کے الگ الگ مصلے قائم کردیئے گئے۔ علامہ شوکانی

رحمہ اللہ نے ارشاد السائل إلى أدلة المسائل میں لکھا ہے۔

یعنی کعبہ میں چار مصلوں کا قیام باجماع اہل اسلام بدعت ہے جسے ایک بدترین بادشاہ فرح بن برفوق چرکسی نے نویں صدی کے آغاز میں قائم کیا ہے اس زمانے کے اہل علم نے اسے ناپسند کیا اور اس کی تردید میں کتابیں لکھیں۔

تاریخی حوالجات سے پتہ چلتا ہے کہ تقلیدی اثرات امت پر آہستہ آہستہ پھیلے۔ شخصیت پرستی کی گود سے تقلید نے جنم لیا، پھر ائمہ کی مدح وقدح میں حدیثیں گھڑی گئیں اور آپس میں جھگڑے اور قضیے پیش آنے لگے رفتہ رفتہ تقلیدی مذاہب کا ظہور ہونے لگا اور انہیں بادشاہوں کی سرپرستی ملنے لگی پھر بھی ان میں اٹھک پٹک اور اختلافات رونما ہوتے رہے بالآخر سب کو مطمئن کرنے کے لئے عدالتوں میں چار چار قاضی بنا دیئے گئے کچھ زمانہ اور گزرا جھگڑوں کی نوعیت بدل گئی اور سب سے پیچیدہ مسئلہ کو سلجھانے کے لئے خانہ کعبہ میں چار مصلے بھی بچھا دیئے گئے کہ ہر کوئی اپنی پسند کے مطابق اپنے امام کے پیچھے نماز پڑھے اور کسی طرح کا مخمصہ باقی نہ رہے۔

اب اس کا تجزیہ کرکے دیکھئے کہ سلاطین کے بے جا عمل سے وحدت امت پارہ پارہ ہوگئی۔ مسلمان چار فرقوں میں بٹ گئے۔ اتحاد کے بجائے مزید اختلافات رونما ہوئے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ٹھہرا۔ آپس میں شادی بیاہ میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ ایک ایک مسجد میں کئی محراب بن گئے۔ مسلمانوں سے اجتماعیت دور ہوگئی۔ کلمہ گو مسلمان مگر ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن گئے۔ اتحاد واتفاق پارہ پارہ ہوگیا وغیرہ وغیرہ۔

اور یہ سب کچھ تقریباً پانچ سو سال تک ہوتا رہا اور مسلک کے نام پر ہر بدعت کو راستی نصیب ہوتی رہی اور آج بھی تقلید کی حمایت میں پمفلٹ اور کتابچے شائع کئے جارہے ہیں اور اسے دلائل سے مزین بھی کیا جاتا ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس مسلکی بٹوارے اور

مصلوں کی تقسیم پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے۔تقلید کی سرپرستی بادشاہوں نے کی مذہب کے چار حصے بادشاہوں نے بنائے چار چار قاضی بادشاہوں نے مقرر کیۓ خانہ کعبہ میں چار مصلے بادشاہوں نے بچھوائے۔غرضیکہ بادشاہوں نے جو تقلیدی فتنے جنم دیئے صدیاں گزر گئیں مگر یہ امت اس سے اب تک ابھر نہ سکی۔

کیا کہوں تقلید نے کیسا خسارہ کیا
وحدت امت کو آخر پارہ پارہ کردیا

مصابیح اللیل-تقلیدی ظلمات میں درخشاں ستارے

جب خانۂ کعبہ میں چاروں مسلک کے الگ الگ مصلے بچھ گئے اور ہر کوئی اپنے امام کی اقتداء میں نمازیں پڑھنے لگا تو اس کا اثر شہر شہر اور قریہ قریہ پھیل گیا کہیں کہیں ایک مسجد میں دو محراب بن گئے اور مسجدیں بھی تقلیدی مذاہب کے نام سے موسوم ہوگئیں اور اس کے بطن سے بہت سے فتنہ وفساد رونما ہوئے۔مگر ایسے پرفتن حالات میں بھی علماء حدیث قرآن وسنت کی شمعیں جلاتے رہے،اگر چہ ان کی تعداد مختصر رہی ہو کچھ حقیقت پسند علماء مقلدین بھی تھے جو موقع بہ موقع اپنی حق پرستی کا ثبوت فراہم کرتے رہے اور اقوال امام پر حدیث کو ترجیح دیتے رہے۔

اس سلسلے میں مولوی سید بدیع الدین شاہ راشدی سندھی رحمہ اللہ نے اپنی تحقیق سے ہر ایک صدی کے محققین علماء کے نام مع قید سنین شائع فرمائے ہیں۔اس میں سے میں نویں تا چودھویں صدی کے علماء کا نام پیش کررہا ہوں جس سے پتہ چلتا ہے کہ نہ تقلید شخصی پر کبھی اجماع ہوا اور نہ چار مذاہب میں حق کے منحصر ہونے پر یہ محض مقلدین کا تراشا پروپیگنڈا ہے۔

نویں صدی میں امام ابو الفضل عدامتی (المتوفی ۸۰۶ھ) حافظ نور الدین الہیثمی (۸۰۷ھ) علامہ مجدالدین الفیروزآبادی (۸۲۷ھ) علامہ ابو الوفا سبط امین العجمی

(۸۴۱ھ) حافظ ابن الملقن (۸۰۴ھ) حافظ ولی الدین ابن العراقی (۸۲۶ھ) حافظ تقی الدین ابن الفہد (۸۷۱ھ) حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی (۸۴۲ھ) حافظ شہاب الدین البوصیری (۸۴۰ھ) حافظ ابن حجر العسقلانی (۸۵۳ھ) حافظ تقی الدین الفارسی (۸۳۳ھ) حافظ بدر الدین العینی الحنفی (۸۵۵ھ) قاضی ابو بکر بن شیبہ الدمشقی (۸۵۱ھ) وغیرہم۔

دسویں صدی میں سلطان محمود بن محمد الکجراتی (۹۴۵ھ) جن کے پاس اہل حدیثوں کا عام آنا جانا تھا۔ اس لئے اس علاقے میں حدیث کا رواج عام ہوا حتی کہ اس علاقے کو یمن کے علاقے سے مشابہت دی جاتی ہے (نزہۃ الخواطر)

حافظ جلال الدین السیوطی (۹۱۱ھ) حافظ شمس الدی السخاوی (۹۰۲ھ) شیخ محمد بن محمد المالکی المصری (۹۲۹ھ) جو ملک المحدثین (محدثین کے بادشاہ) کے لقب سے معروف تھے۔ (نزہۃ الخواطر)

امام نجم الدین الفیضی (۹۸۴ھ) ابوالبرکات ابن الکیال (۹۳۹ھ) محمد بن داؤد ایلمی المنزلاوی (۹۰۱ھ) جو کہ فرماتے تھے لیس لنا شیخ الا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سواء ہمارا کوئی مرشد یا قائد یا رہنما نہیں ہے۔ شیخ علی المتقی (۹۷۵ھ) علامہ محمد طاہر پٹنی (۹۸۶ھ) وغیرہم۔

گیارہویں صدی میں نجم الدین ابن غزمی (۱۰۶۱ھ) تاج الدین امین اسماعیل الکجراتی (۱۰۰۷ھ) جو مکمل صحاح ستہ کے حافظ تھے۔ (نزہۃ الخواطر)

قاضی نصیر الدین البرہانوی (۱۰۳۱ھ) جو قیاس، قول اور رائے پر حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔ (نزہۃ الخواطر)

مورخ ابن المعماری (۱۰۳۲ھ) علامہ علی قاری الحنفی (۱۰۱۴ھ) علامہ محمد اکرم

نصیر پوری وغیرہم بھی حدیث کو ترجیح دیتے تھے۔

بارہویں صدی میں شیخ محمد فاخر الہ آبادی (۱۱۶۴ھ) جنہوں نے رفع الیدین کی شان میں منظوم رسالہ لکھا اور شان اہل حدیث پر بھی ایک منظوم رسالہ لکھا۔ (نزہۃ الخواطر)

مخدوم محمد معین ٹھٹوی (۱۱۷۴ھ) علامہ محمد السفارینی (۱۱۸۸ھ) محدث امیر یمانی صنعانی (۱۱۸۲ھ) امام الہند شاہ ولی اللہ (۱۱۷۶ھ) علامہ ابوالحسن سندھی (۱۱۳۶ھ) جن کے صحاح ستہ اور مسند احمد پر حاشیے مشہور ہیں۔ علامہ محمد حیات سندھی (۱۱۳۶ھ) جنکا رسالہ تحفة الأنام فی العمل النبی علیه السلام ہے، جس میں تقلید کا رد کیا گیا ہے اور مسلک اہل حدیث کو ثابت کیا گیا ہے۔

تیرہویں صدی میں امام محدث محمد بن علی الشوکانی الصنعانی (۱۲۵۰ھ) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (۱۲۲۹ھ) امام مجاہد شاہ اسماعیل شہید (۱۲۴۶ھ) علامہ خرم علی بلہوری (۱۲۷۱ھ) علامہ محمد عابد سندھ] (۱۲۵۰ھ) امام الدعوۃ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی (۱۲۰۶ھ) علامہ عبدالرحمٰن بن حسن (۱۲۸۵ھ) علاہ احمد طحطاوی حنفی (۱۲۳۱ھ) قاضی ثناء اللہ پانی پتی (۱۲۲۵ھ) علامہ حیدر علی ٹونکی (۱۲۷۳ھ) جنہوں نے رفع الیدین کے ثبوت میں ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔ (نزہۃ الخواطر)

چودھویں صدی میں بے شمار اللہ کے بندے گزرے ہیں۔ سندھی صاحب نے چالیس سے متجاوز نام گنوائے ہیں جن میں سے چند کا تذکرہ کیا جا رہا ہے۔

شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی (۱۳۲۰ھ) نواب صدیق حسن خاں (۱۳۰۷ھ) سید ابو تراب رشد اللہ راشدی (۱۳۴۰ھ) سید احسان اللہ شاہ (۱۳۵۷ھ) نواب وحید الزماں (۱۳۲۸ھ) علامہ محمد بشیر سہسوانی (۱۳۰۶ھ) علامہ عبدالرحمٰن مبارکپوری (۱۳۵۳ھ) شیخ عبدالعزیز رحیم آبادی (۱۳۲۰ھ) علامہ بدیع الزماں حیدر آبادی (۱۳۰۴ھ) علامہ

عبدالحئی لکھنوی (۱۳۰۴ھ) وغیرہ۔ وما یعلم جنود ربك إلا هو۔

ان ناموں کے گنوانے کا مقصد یہ ہے کہ خانۂ کعبہ میں چار مصلے بچھنے کے باوجود یہ بندگان خدا تقلید جامد کے طلسمات کے شکار نہیں ہوئے اور ما أنا علیہ وأصحابي کی روش پر قائم رہے بادشاہوں کے دینی بٹوارے کو قبول نہیں کیا اور ہر دور میں تسلسل کے ساتھ یہ قال اللہ اور قال الرسول کی صدائیں بلند کرتے رہے تقلید شخصی اور چار مذاہب میں حق کے منحصر ہونے کی بات دلیل شرعی سے خالی محض ایک گپ اور فرمان الٰہی ''ولا تفرقوا'' کی خلاف ورزی ہے کاش مسلمان اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔

پاک بدعت سے ہوا بیت الحرم

علماء حقہ مذہبی بٹوارے پر کبھی راضی نہ ہوئے نہ ہی انہوں نے مذاہب اربعہ میں حق کے دائر و منحصر ہونے کو قبول کیا۔ بلکہ خاموشی کے ساتھ اتباع قرآن وحدیث کی روش پر گامزن رہے اور مذکورہ بدعت کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے رہے بلکہ مقلدین کا بھی ایک طبقہ اس سے کبیدہ خاطر رہا اور گاہے بہ گاہے اس کا اظہار بھی کرتا رہا۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے اسے بدعت قرار دیا اور فرح بن برقوق چرکسی کو بدترین بادشاہ کہا جس کی تفصیل گزر چکی۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے سورۂ بقرہ کی آیت "وما الله بغافل عما تعملون" کی تفسیر میں ان مصلوں کو بدعت قرار دیا ملاحظہ فرمائیں۔

از راہ بدعت یک یک جہت را از جہات کعبہ تقسیم خواہیدہ نمود، ودر ترجیح و تفصیل مختارہ خود ہر کسی سخنے خواہد آرد نزد اہل دین قابل التفات نیست (تفسیر عزیزی فارسی اختصار ۲۷۰)

یعنی جو بیت اللہ شریعت میں چاروں جہات میں ایک ایک مصلی قائم کیے گئے ہیں اور

ہر ایک مذہب والا شخص اپنے مصلے کی ترجیح وتفضیل میں باتیں بناتا ہے حالانکہ یہ اہل دین کے نزدیک قابل التفات ہی نہیں مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے لکھا ہے۔

یعنی جو اہل حرمین متعدد اماموں کے پیچھے جماعتیں کرتے ہیں یہ بالاتفاق مکروہ یعنی حرام ہے۔ ہمارے بعض مشائخ نے اس پر صریح طور سے انکار کیا ہے جب وہ حج پر تشریف لائے تھے۔ (بذل المجہود شرح ابی داؤد ۲/۳۲۳)

مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے گئے ہیں۔ لاریب یہ امر زبوں ہے کہ تکرار جماعات وافتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت کے ہونے میں دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے۔ اور شریک جماعت نہیں ہوتی اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ نہ ائمہ دین حضرات مجتہدین سے ہے نہ علماء متقدمین سے، بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا کہ اس کو کوئی اہل علم واہل حق پسند نہیں کرتا۔ (سبیل الرشاد ۳۳)

الحمدللہ علماء امت نے حرم میں مسلکی بٹوراے کو بدعت قرار دیا اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ حرم میں کسی کام کا ہونا اس کے حق یا صحیح ہونے کی دلیل نہیں ہے نہ حرمین کا کوئی مسئلہ ہمارے لئے دلیل وحجت ہے۔ دلیل وحجت صرف قرآن وحدیث ہے جو چیز قرآن و حدیث سے مدلل ومبرہن ہے وہی حق ہے۔

مقام شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل سعود (نوراللہ مرقدہ) کو جب والی حجاز بنایا تو انہوں نے (۱۳۴۳ھ) میں حرم کو ان بدعات وخرافات سے پاک وصاف کردیا ہے۔ جسے نویں صدی کے بادشاہ فرح بن برقوق چرکسی نے اپنی صواب دید کے مطابق رواج دیا تھا۔ اب خانہ کعبہ میں ایک ہی مصلے پر نماز ہوتی ہے اور "وارکعوا مع الراکعین" کا حقیقی منظر دکھائی دیتا ہے جو تقریباً ساڑھے چار سو سال سے مفقود تھا۔ حنفی،

مالکی، شافعی اور حنبلی کے بجائے اب اسلامی مصلے پر نماز ہوتی ہے جسے محمدی اور ابراہیمی مصلی بھی کہتے ہیں اس واقعے کو نوے سال ہو چکے ہیں۔ جس کی وجہ سے تقلیدی جمود ٹوٹا ہے، جو مسلمان فرقہ فرقہ ہو گئے تھے الحمدللہ اب سبھی ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں، خصوصاً حج کے موسم میں تو دنیا بھر کے مسلمان پہنچتے ہیں اور سب کے سب ایک ہی امام کے پیچھے سر بسجود ہوتے ہیں یہ منظر دیکھ کر دل سے یہ آواز اٹھتی ہے۔

رب کعبہ کا ہوا فضل وکرم
پاک بدعت سے ہوا بیت الحرم
مثل ادوار ثلاثہ کاش ہم
سنت وقرآن کا لہرائیں علم
اپنی اپنی چھوڑ کر پگڈنڈیاں
وحدت امت میں پھر ہو جائیں ضم
اے خدا یہ التجا کرلے قبول
لب پہ آئی ہے صدا با چشم نم

”آمین، تقبل یارب العالمین“

کیا تقلید واجب ہے؟

اسلام نام ہے مجموعہ کتاب وسنت کا اور کتاب وسنت میں وجوب تقلید کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ ہاں تقلید کے وجوب پر آپ پانچ دس علماء کے اقوال ضرور پیش کر سکتے ہیں مگر انہیں کتابوں میں علماء کے اقوال عدم وجوب پر بھی مل جائیں گے آیئے چند علماء کی تحریریں ملاحظہ فرمایئے۔

علامہ ابن الہمام حنفی مصنف فتح القدیر شرح ہدایہ میں فرماتے ہیں: فلو التزم مذهبا معينا...... الخ یعنی اگر کوئی شخص ایک ہی مذہب کی تقلید اپنے ذمہ لازم کرلے مثلاً حنفی، شافعی وغیرہ تو میرے دل بھائی اور من بھائی بات تو یہ ہے کہ اسے یہ لازم نہیں۔

سید بادشاہ حنفی شارح تحریر فرماتے ہیں:

وقيل لا يلزم وهو الاصح...... الخ یعنی جو شخص کسی ایک مذہب کی پابندی اپنے ذمہ لازم کرلے تو زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ وہ پابندی لازم نہ ہوگی۔ اس لئے کہ اللہ ورسول نے ان چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید کو واجب نہیں کیا۔

علامہ ابن امیر الحاج حنفی تحبیر شرح تحریر میں فرماتے ہیں:

لم يوجب الله ورسوله على احد ان يتمذهب بمذهب رجل من الائمه...... الخ یعنی اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے ائمہ میں سے کسی ایک کی تقلید کسی پر واجب نہیں کیا کہ وہ سب کو چھوڑ کر اس ایک کی تمام باتیں مانتا چلا جائے۔

بحر العلوم مولانا عبد العلی شرح مسلم میں فرماتے ہیں:

فايجابه تشريع جديد...... الخ یعنی ایک ہی مذہب کے مان لینے کا وجوب اور

ایک ہی امام کی تقلید کو واجب جان لینے کا مسئلہ یہ لوگوں کی اپنی طرف سے گھڑی ہوئی شریعت ہے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات نہیں۔

حافظ الفقہ اخوند حبیب اللہ حنفی مغتنم الحصول میں لکھتے ہیں:

فکان اجماعا ان التزم مذهب معين غير لازم یعنی تقلید شخصی کے واجب نہ ہونے پر امت کا اجماع ہے۔

مولانا اکمل صاحب حنفی تقریر الاصول میں فرماتے ہیں:

لا يلزم احدا ان يتمذهب بمذهب احد من الائمه...... الخ یعنی کسی شخص پر کسی ایک ہی امام کا مذہب ماننا ضروری نہیں۔ دیکھو صحابہ کرام اگر کسی وقت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے کوئی مسئلہ پوچھ لیتے تو دوسرے وقت ابوہریرہ اور معاذ رضی اللہ عنہما سے بھی دریافت کر لیتے پس ایک مجتہد کی تقلید واجب سمجھ لینا اجماع کے خلاف ہے۔

حنفی علماء کی مذکورہ تحریوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تقلید واجب نہیں ہے نہ اس پر کبھی اجماع ہوا اور اس طرح کی تحریروں سے حنفی کتابیں بھری ہوئی ہیں ضرورت ہو تو دیکھئے ملا حسن شرنبلانی حنفی نے عقد الفرید میں، سید محمد امین صاحب حنفی شارح درمختار نے شامی میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی نے تحصیل التعریف میں مولانا عبدالعلی حنفی نے شرح تحریر میں اور علامہ عابدی سندھی حنفی نے بالصراحت لکھا ہے کہ ایک ہی مذہب پر چمٹ جانا انسان پر ضروری نہیں ہے اور تقلید کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں نہ شرعی نہ عقلی۔

کیا قرآن ناقابل فہم کتاب ہے؟

مقلدین کی طرف سے بڑے زور وشور کے ساتھ یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ قرآن ہر انسان کے سمجھنے کی چیز نہیں ہے اس میں ابہام واجمال ہے اس میں تعارض ہے اسے امت

کے چند افراد ہی نے سمجھا ہے وغیرہ وغیرہ آیئے دیکھیں اس کی حقیقت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے:

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القمر: ۱۷، ۲۲، ۳۲، ۴۰) اور یقیناً ہم نے قرآن کو پند و وعظ کے لئے آسان کر دیا ہے، پس کیا کوئی ہے نصیحت پکڑنے والا۔

مضمون کی اہمیت کے اعتبار سے اسے اللہ تعالیٰ نے ایک ہی سورت میں چار بار استعمال فرمایا ہے۔

علامہ جریر طبری رحمہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

ولقد سهلنا القرآن بيناه وفصلناه للذكر، لمن اراد ان يتذكر ويعتبر ويتعظ وهوناه (تفسیر الطبری: ۲۷/۱۱۳)

ہم نے قرآن کو سہل بنایا اس کو واضح کیا، کھول کر بیان کیا ہے اور آسان بنایا نصیحت کے لئے یعنی اس کے لئے جو نصیحت عبرت اور موعظت حاصل کرنا چاہئے۔

حافظ صلاح الدین یوسف حفظہ اللہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

یعنی اس کے مطالب و معانی کو سمجھنا، اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنا اور اسے زبانی یاد کرنا، ہم نے آسان کر دیا ہے چنانچہ یہ واقعہ ہے کہ قرآن کریم اعجاز بلاغت کے اعتبار سے نہایت اونچے درجے کی کتاب ہونے کے باوجود کوئی شخص تھوڑی سی توجہ دے تو وہ عربی گرامر اور معانی و بلاغت کی کتابیں پڑھے بغیر بھی اسے آسانی سے سمجھ لیتا ہے، اسی طرح یہ دنیا کی واحد کتاب ہے جو لفظ بلفظ یاد کر لی جاتی ہے ورنہ چھوٹی سے چھوٹی کتاب کو بھی اس طرح یاد کر لینا اور اسے یاد رکھنا نہایت مشکل کام ہے اور اگر انسان اپنے قلب و ذہن کے دریچے وا رکھ کر اسے عبرت کی آنکھوں سے پڑھے نصیحت کے کانوں سے سنے اور سمجھنے والے دل سے اس پر غور کرے تو دنیا و آخرت کے دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں

اور یہ اس کے قلب ودماغ کی گہرائیوں میں اتر کر کفر و معصیت کی تمام آلودگیوں کو صاف کردیتی ہے۔ (احسن البیان)

اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:

قُرآناً عَرَبِیّاً غَیرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَّقُونَ (الزمر:۲۸)

قرآن ہے عربی میں جس میں کوئی کجی نہیں ہوسکتا ہے کہ وہ پرہیزگاری اختیار کرلیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن واضح عربی زبان میں ہے جس میں کوئی کجی، انحراف اور التباس نہیں ہے تاکہ لوگ اس میں بیان کردہ وعیدوں سے ڈریں اور بیان کردہ وعدوں کا مصداق بننے کے لئے عمل کریں۔

قرآن کی ایک دوسری آیت اس مفہوم کو واضح کرتی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ أَنزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَل لَّہُ عِوَجَا (الکہف:۱)

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے جس نے اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اس میں کسی قسم کی کوئی کجی نہیں رکھی۔

ان آیتوں کا واضح مفاد یہ ہے کہ عربی زبان پر قدرت رکھنے والا قرآن کو بآسانی سمجھ سکتا ہے اس میں کجی اور انحراف والتباس نہیں ہے اور ہر چیز کو واضح کردیا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتَابَ تِبْیَاناً لِّکُلِّ شَیْءٍ (النحل:۸۹)

اور ہم نے تجھ پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے۔

یعنی اس میں دین کے احکامات ہیں ماضی و مستقبل کی خبریں ہیں، حلال وحرام کی تفصیلات ہیں۔ دین ودنیا، معاش ومعاد اور انسانی سعادت کے رازہائے سربستہ ہیں جس کا حصول مکمل پیروی کے بغیر ممکن نہیں، اس مفہوم کو اور بھی واضح کردیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں:

وَأَنزَلْنَا إِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَیْھِم (النحل:۴۴)

اور یہ ذکر (کتاب) ہم نے آپ کی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیاہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں۔

اسی طرح قرآن کو احادیث سے سمجھنا مزید آسان ہو گیا۔ تعجب ہے جو کتاب ھدی للناس ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی پیروی کا حکم بھی صادر فرمایا ہے وہ کج فہموں کی سمجھ سے ناقابل فہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ (الاعراف:۳)

تم لوگ اس (کتاب) کی اتباع کرو جو تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے۔

اگر کتاب کو ناقابل فہم تسلیم کرلیا جائے تو اللہ پر یہ الزام بھی آئے گا کہ اس نے انسان کو تکلیف مالا یطاق میں مبتلا کر دیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی واضح کر دیا ہے۔

لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (البقرہ:۲۸۶) اللہ کسی جان کی اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

یعنی اللہ نے انسانوں کو کسی ایسی بات کا مکلّف نہیں کیا ہے جو اس کی طاقت سے بالاتر ہو حاصل کلام یہ کہ قرآن ہر طرح سے آسان ہے یاد کرنے میں نصیحت حاصل کرنے میں سمجھنے سمجھانے میں اس کے باوجود بھی اسے معمہ، پہیلی قرار دینا خود اس پر ظلم کرنا ہے۔

کیا فقہ سے حدیث مشکل ہے؟

مقلدین کی طرف سے عوام میں یہ بات بھی پھیلائی جاتی ہے کہ فقہ کا پڑھنا اور سمجھنا آسان ہے جبکہ حدیث میں پیچیدگی اور دشواری ہے کوئی حدیث صحیح ہے ضعیف ہے یا موضوع ہے یہ جاننا بڑا مشکل کام ہے یہ بھی محض ایک پروپیگنڈا ہے، اقسام حدیث پر علماء محققین نے کتابیں لکھی ہیں جس سے تحقیق رواۃ اور صحت اسناد بالکل واضح ہو جاتی ہے اور

سند رسول ﷺ تک پہنچتی ہے۔ مقلدین بھی تھوڑی جسارت کریں روایت فقہ کی سند اپنے اماموں تک پہنچائیں دیکھئے فقہ حنفی کی پہلی کتاب قدوری پانچویں صدی میں اور سب سے معتبر کتاب چھٹی صدی ہجری میں لکھی گئی ہے جبکہ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا انتقال ۱۵۰ھ میں ہو چکا تھا پھر پانچویں اور چھٹی صدی کے لوگوں کو اقوال ابو حنیفہ کیونکر دستیاب ہوئے، قال ابو حنیفہ: عند ابی حنیفہ کذا عندا ابی حنیفہ وغیرہ کی ہے کوئی سند اور اگر سند بھی مل جائے تو اس سے علم یقینی کبھی حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ مقلدین خود اپنے حق پر ہونے میں تذبذب کے شکار ہیں۔ کمامر

الحمدللہ ہم حدیث رسول پر عمل پیرا ہیں جس کی کتابت کا انتظام عہد نبوی ہی میں ہو چکا تھا چند صحیفے بھی صحابہ کرام نے جمع کیے ہیں اور محدثین عظام نے بڑی محنت اور مشقت اور نہایت تحقیق سے احادیث کو مع اسناد جمع کر دیا ہے جس پر شرح صدر کے ساتھ عمل کیا جا سکتا ہے۔

اس زمانے میں بھی حدیث کی سند کا حال آپ کتابوں سے بآسانی جان سکتے ہیں، ثقہ راویوں کی معرفت میں ابن حبان کی کتاب اور ضعیف راویوں کی معرفت میں بخاری، نسائی اور عقیل کی کتابیں اور ابن القیم کی کتب تاریخ اور جرح وتعدیل میں ابن ابی حاتم کی کتاب اور وطنوں، شہروں اور راویوں کی معرفت میں کتاب طبقات ابن سعد اور مبہم ناموں کی معرفت میں عبدالغنی بن سعید اور خطیب کی کتب اور معرفت طبقات صحابہ میں کتاب اصابہ بن حجر موجود ہے یہ تو متقدمین علماء محققین کی خدمات ہیں۔

موجودہ دور میں محمد ناصر الدین البانی کی ایک عبقری شخصیت ایسی گذری ہے جنہوں نے سنن اربعہ (ترمذی، ابوداد، نسائی، ابن ماجہ) کی بھی تخریج کر دی ہے صحیح اور ضعیف کو الگ الگ کر دیا ہے بلکہ ذخیرۂ احادیث سے الصحیحہ کو الگ کر دیا اور الضیعفہ والموضوعہ کو ایک ساتھ کر دیا ہے جس سے عام لوگوں کے لئے مزید آسانی پیدا ہوگئی

ہے بلکہ اب تو اردو میں بھی جرح وتعدیل پر کتابیں آ رہی ہیں جس سے اردو داں طبقہ خاطر خواہ فائدہ اٹھا رہا ہے ہر زمانے میں علماء کی خدمات رہی ہیں اور آج بھی جاری ہیں احادیث کو سمجھنا یا صحیح اور ضعیف معلوم کرنا کچھ بھی مشکل نہیں ہے یہ محض مقلدین کا ایک مغالطہ ہے جس پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا احادیث رسول میں تعارض ہے؟

بعض کم فہم دانشور حضرات کہتے ہیں کہ احادیث باہم مختلف ہیں ان میں تعارض ہے جس سے احکام ومسائل کے استنباط وتعمیل میں دشواری پیش آتی ہے اس لئے بہتر راستہ یہی ہے کہ کسی ایک امام کے دامن سے وابستگی اختیار کر لی جائے، اسی طرح کچھ روشن خیال قرآن میں بھی تعارض کی باتیں کرتے ہیں نعوذ باللہ۔

آدمی کے لئے ضروری ہے کہ علم حاصل کرے تا کہ وہ اچھے برے اور کھوٹے کھرے کی تمیز کر سکے، جو لوگ قرآن وحدیث پڑھنا اور سمجھنا گناہ سمجھتے ہیں وہی لوگ اشکال اور تعارض بھی پیش کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جب وہ لوگ قرآن وحدیث کو معمہ قرار دے رہے ہیں تو انہیں تو ہر چیز میں اشکال اور تعارض نظر آئے گا مگر تعجب ہے کہ وہ فقہ کے اشکال وتعارض کو کس طرح حل کریں گے۔ جسے وہ آسان اور قابل فہم گردانتے ہیں مثال دیکھئے مسئلہ ایک لیکن اقوال مختلف، ماء مستعمل پانی کا حکم۔ ہدایہ میں لکھا ہے وقال محمد وهو روايته عن ابی حنيفه هو طاهر غير طهور (۳۸) اور کہا محمد نے اور وہ روایت کرتے ہیں ابوحنیفہ سے کہ پانی مستعمل پاک ہے مگر پاک کرنے والا نہیں۔ ثم فی رواية الحسن عن ابی حنيفه نجاسة غليظة (۳۸) پھر حسن نے ابوحنیفہ سے روایت کی کہ وہ نجس ہے اور غلیظ ہے۔ وفی رواية ابی يوسف عنه وهو قوله نجاسة

خفیفة (۳۸) ابو یوسف ان سے روایت کی کہ وہ ہلکی نجاست رکھتا ہے۔

ایک حنفی مقلد ایسے مسائل میں حق کس طرح پا سکتا ہے کہ مسئلہ ایک مگر حکم الگ الگ شافعی حضرات کے لئے بھی نمونۃً ایک جدول نقل کئے دیتا ہوں اندازہ لگائیں فقہ میں کتنی آسانیاں ہیں۔

غور کیجئے بیرون نماز سجدہ تلاوت کی مندرجہ ذیل کیفیت پر۔

کتاب کا نام	۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰
ارکان الصلوٰۃ ابراہیم وزیر	----	نیت	تکبیر تحریمہ	رفع یدین	----	----	سجدہ	تکبیر	پہلے تحیات کی طرح نشست	سلام
تحفۃ الاخوان مولانا محمد ابراہیم	----	نیت	اللہ اکبر	رفع یدین	سینے کے نیچے ہاتھ باندھنا	اللہ اکبر	سجدہ	اللہ اکبر	----	سلام
فقہ شافعی اول محمد ایوب ندوی	قیام	----	اللہ اکبر	رفع یدین	ہاتھ باندھنا	اللہ اکبر	سجدہ	اللہ اکبر	جلسہ	سلام
المبسوط احمد اللہ	----	نیت	تکبیر	رفع یدین	----	تکبیر	سجدہ	تکبیر	تورک کی طرح نشست	سلام
ترکیب وضو و نماز محمد ابراہیم	----	نیت	تکبیر		ہاتھ باندھنا چھوڑنا	اللہ اکبر	سجدہ	اللہ اکبر	بیٹھک	سلام
شافعی مذہب کا رسالہ عبدالستار خان	----	نیت	تکبیر تحریمہ	رفع یدین	----	تکبیر	سجدہ	تکبیر	بیٹھے	سلام
تعلیم الدین عبدالسلام	قیام قعود	نیت	تکبیر	----	ہاتھ باندھنا	----	سجدہ	تکبیر	جلسہ	سلام

دیکھا آپ نے فقہ کتنا آسان ہے سات کتابوں میں سات مختلف طریقے دیکھنے کے بعد ایک شافعی مقلد کیا کرے گا۔

میرے بھائیو! حدیث چھوڑ کر اس لئے بھاگ رہے ہو کہ حدیثیں مختلف اور متعارض ہیں مگر عجیب بات ہے کہ آدمی بارش کے قطروں سے بچنے کے لئے بھاگا مگر پرنالے کے نیچے کھڑا ہو گیا۔

کیا قرآن میں تقلید کا حکم ہے؟

آپ پڑھ چکے ہیں کہ تقلید سلاطین کے دربار میں پلی پڑھی پروان چڑھی، قرآن سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے پورے قرآن میں تقلید شخصی کی حمایت میں ایک حرف بھی نہیں ہے مگر مقلدین زبردستی قرآن سے تقلید ثابت کرتے ہیں اور کچھ آیتیں بھی پیش کرتے ہیں آیئے دیکھیں اس کی حقیقت کیا ہے؟

۱-مقلدین ایک ادھوری آیت اس طرح پیش کرتے ہیں:

يَـا أَيُّهَـا الَّـذِيْـنَ آمَـنُـواْ أَطِيْـعُـواْ الـلّـهَ وَأَطِيْعُواْ الـرَّسُولَ وَأُوْلِـیْ الأَمْـرِ مِنكُمْ (النساء:۵۹)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے آپ میں سے اولوالامر کی اطاعت کرو۔

پھر حاشیہ آرائی کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس، مجاہد اور حسن بصری وغیرہ نے اولوالامر سے مراد علماء وفقہاء کو لیا ہے کچھ لوگ علماء اور امراء کو مراد لیتے ہیں دونوں صورتوں میں تقلید ثابت ہوگئی ہے۔

اب آیت کا باقی ماندہ حصہ بھی پڑھ لیجئے تا کہ پتہ چلے کہ یہ آیت اثبات تقلید میں ہے یا ردتقلید میں:

فَإِن تَـنَـازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَی اللّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللّهِ وَالْيَوْمِ الآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيْلاً (النساء:۵۹)

پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول کی طرف۔ اگر تمہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان ہے یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔

آیت کا یہ آخری حصہ بتا رہا ہے کہ اختلاف کے وقت صرف دو اطاعت واجب ہے تیسری اطاعت یعنی علماء اور امراء کی اطاعت اختلاف کی صورت میں کالعدم قرار پائی۔ اس سے تو تقلید شخصی کی تردید معلوم ہو رہی ہے اور تعجب ہے کہ مقلدین اس سے تقلید کے واجب ہونے کی دلیل پیش کر رہے ہیں۔

۲- فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِن كُنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل:۴۳۔الانبیاء:۷)

پس تم اہل کتاب سے پوچھ لو اگر خود تمہیں علم نہ ہو۔

اس سے ثابت ہوا کہ نہ جاننے والے جاننے والوں سے پوچھ کر عمل کریں اور اسی کا نام تقلید ہے۔

جاہل کا کسی عالم سے پوچھنا تقلید نہیں ہے۔ تقلید تو یہ ہے کہ ایک معین شخص اور اس کی طرف منسوب ایک معین فقہ کو مرجع بنایا جائے اور اس پر عمل کیا جائے اور بغیر دلیل اس کی بات مان لی جائے جب کہ اہل الذکر سے کوئی متعین شخص مراد نہیں ہے بلکہ یہ عام حکم ہے اور عوام کو علماء کی طرف رجوع کرنے کی تاکید ہے جو عوام کے لئے ناگزیر ہے اس میں کسی ایک ہی شخصیت کا دامن پکڑ لینے کا حکم نہیں ہے۔

۳- فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ (التوبہ:۱۲۲) کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تا کہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور تا کہ وہ اپنے قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں ڈرائیں تا کہ ڈر جائیں۔

اس آیت میں تو تقلید کا نام ونشان نہیں ہے بلکہ اس میں علم دین کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ ہر قبیلے یا جماعت کے کچھ لوگ دینی مراکز اور مدارس میں جا کر دین کا علم حاصل کریں اور لوٹ کر آئیں یعنی اوامر ونواہی کا علم حاصل کر کے آئیں تو اپنی قوم کے اندر امر بالمعروف

اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں اور انہیں اخروی انجام سے ڈرائیں وغیرہ وغیرہ۔

۴-سیاق وسباق سے کاٹ کر ایک ادھوری آیت مقلدین اس طرح پیش کرتے ہیں۔

وَاتَّبِعُ سَبِيُلَ مَنُ أَنَابَ إِلَيَّ (لقمان:۱۵)اور اس کی راہ چلنا جو میری طرف جھکا ہوا ہو۔

اس میں تقلید کہاں ہے تقلید تو بے دلیل باتوں کا ماننا ہے، یہاں اتباع اور تحقیق کا حکم ہے اور اتباع بھی ان کی جو راہ یافتہ تھے جیسا کہ ہم سب صراط مستقیم کی ہدایت کی دعا کرتے ہیں تو اس کی وضاحت صراط الذین انعمت علیہم سے کرتے ہیں اور اللہ کے انعامات کے وہی مستحق ہیں جو اللہ کے فرامین کی بجا آوری میں کسی کوتاہی کا ارتکاب نہیں کرتے۔

پوری بات سمجھنے کے لئے آیت کا پہلا حصہ بھی پڑھ لیجئے۔

وَإِن جَاهَدَاکَ عَلَى أَن تُشُرِکَ بِيُ مَا لَيُسَ لَکَ بِهِ عِلُمٌ فَلا تُطِعُهُمَا وَصَاحِبُهُمَا فِيُ الدُّنُيَا مَعُرُوفا (لقمان:۱۵)اور وہ دونوں (ماں باپ) تجھ پر اس بات کا دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ شریک کرے جس کا تجھے علم نہ ہو تو ان کا کہنا نہ ماننا ہاں دنیا میں ان کے ساتھ اچھی بسر کرنا۔

اللہ کی توحید وعبادت کے بعد والدین کی خدمت واطاعت ضروری ہے مگر شرک جیسے گناہ میں والدین کی بات بھی ناقابل تسلیم ہے بلکہ اس معاملے میں ماں باپ کے بجائے ان کی پیروی کرو جو میری طرف رجوع کئے ہوئے ہیں اور ماں باپ کے ساتھ خیر خواہی اور حسن سلوک کا معاملہ جاری رکھو۔اس میں تقلید شخصی کا کوئی تذکرہ نہیں ہے بلکہ ماں باپ کی تقلید سے روک کر علم کے حصول اور تحقیق کی طرف انسان کو متوجہ کیا گیا ہے۔

یہ چند آیتیں نمونۃً درج کردی گئی ہیں یہ اور اس طرح کی آیتیں سیاق وسباق سے کاٹ کر لکھی جاتی ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ پورے قرآن میں کہیں بھی تقلید شخصی کا کوئی حکم نہیں ہے یہ مقلدین کی بے جا جرأت ہے کہ وہ ردِ تقلید کی آیتوں کو اثبات تقلید میں پیش کرتے ہیں۔

کیا حدیث میں تقلید کا حکم ہے؟

آپ پڑھ چکے ہیں کہ حدیث میں تقلید کا لفظ انسانوں کے بجائے حیوانوں کے لئے استعمال ہوا ہے، تقلید شخصی کا کوئی ثبوت نہیں ہے مگر مقلدین بھی بڑے عجیب ہیں ایک طرف تو یہ دعوی ہے کہ حدیثوں کو سمجھتے نہیں اور حدیث ہی سے وہ تقلید کے وجوب کا حکم بھی لگاتے ہیں چند حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

ا۔حضرت حذیفہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھے معلوم نہیں کہ میں کتنا عرصہ تمہارے درمیان رہوں گا پس تم میرے بعد دو شخصوں کی اقتداء کرنا ایک ابوبکر دوسرے عمر۔(ترمذی، ابن ماجہ، احمد)

ایک مقلد صاحب لکھتے ہیں اس حدیث سے تقلید کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

پہلی بات: اس حدیث سے تقلید شخصی کے بجائے بیک وقت دو کی اقتداء ثابت ہوتی ہے۔

دوسری بات: پھر اس اقتداء کو آخر کس کے حکم سے منسوخ قرار دیا گیا ہے۔

تیسری بات: حرمین والے آج کس کی اقتداء کر رہے ہیں؟ کہیں وہ نبی ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی تو نہیں کر رہے ہیں۔

چوتھی بات: صحابہ کرام نے بہت سے مسائل میں مذکورہ حضرات کی خلاف ورزی کیوں کی کیا وہ منشائے نبوی کے سمجھنے سے قاصر تھے وغیرہ۔

۲۔تقلید کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی جاتی ہے۔علماء انبیاء کے وارث ہیں۔(احمد ابوداود، ترمذی)

اس سے بھی تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی کیونکہ علم کی وراثت کسی خاص یا چند عالموں تک محدود نہیں ہے اس سے عام علماء امت مراد ہیں اور تقلید کے لئے تو فقط چار عالموں کو چن لیا گیا ہے۔

۳-حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ اگر ہم میں کوئی معاملہ ایسا آجائے جس کے بارے میں قرآن وسنت میں نہ تو کرنے کا حکم واضح ہے اور نہ ہی نہ کرنے کا تو اس بارے میں آپ ہم کو کیا حکم فرماتے ہیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس میں فقہاء محدثین اور علماء ربانین کے مشورہ پر عمل کرو اور اپنی سمجھ اور اپنی رائے اس میں نہ چلایا کرو۔ (مجمع الزوائد:۱/۱۷۸)

اس حدیث سے بھی تقلید کی جڑ کٹتی نظر آتی ہے کیونکہ اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیش آمدہ غیر منصوص مسئلہ میں فقہاء اور علماء کے اجماعی مشوروں پر عمل کیا جائے، کسی خاص فقیہ سے مشورہ لینا مراد نہیں ہے حدیث کے آخری الفاظ اس طرح ہیں ولا تمضوا فیہ رای خاصۃ (مجمع:۱/۱۷۱) مطلب یہ ہے کہ پیش آمدہ مسئلے میں کسی خاص شخصیت کی رائے کو مت چلاؤ یعنی تقلید شخصی کے بجائے جمہور علماء کی رائے پر عمل کرو۔

۴-حضور اقدس ﷺ نے جب حضرت معاذ بن جبل کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو یہ پوچھا کہ اگر کوئی مسئلہ پیش آئے تو کس طرح فیصلہ کرو گے عرض کیا کہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ دوں گا۔ فرمایا کہ اگر کوئی مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو۔ عرض کیا کہ رسول اللہ کی سنت (حدیث) سے فیصلہ کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اس میں نہ ملے تو؟ فرمایا کہ اسی وقت اجتہاد واستنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ دوں گا اور کوئی کوتاہی نہ کروں گا، آپ ﷺ نے اس پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شانہ کا شکر ہے کہ اس نے اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس پر اللہ کا رسول راضی ہے۔ (ترمذی وابوداؤد)

ایک مقلد صاحب حاشیہ آرائی فرماتے ہیں۔ یہ واقعہ تقلید واجتہاد کے مسئلے میں ایک ایسی شمع ہدایت ہے کہ اس پر جتنا غور کیا جائے ان مسئلہ کی گتھیاں سلجھتی چلی جاتی ہیں۔

آیئے اس حدیث پر غور کریں اور اس مسئلے کی کچھ گتھیا سلجھائیں۔

پہلی بات: یہ حدیث سند کے لحاظ سے بالکل ضعیف ہے ائمہ جرح وتعدیل میں کوئی بھی ایک اس کی تصحیح نہیں کرتا۔ ضعف کے اسباب گنوائے گئے ہیں۔ مرسل، اصحاب معاذ مجہول ہیں۔ حارث بن عمرو مجہول ہے۔ دیکھئے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ للالبانی ۲/۸۸۱)

دوسری بات: اگر سنداً حدیث صحیح ثابت ہوجائے تو اس سے صرف اور صرف اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے تقلید شخصی کا نہیں جسے مقلدین زبردستی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ قرآن وحدیث میں کئی جگہ اتباع کا لفظ موجود ہے اب حدیث میں اتباع، اقتداء اجتہاد وغیرہ کے لفظ سے چار ائمہ کی تقلید ثابت کرنا ڈوبتے کو تنکا کا سہارا کے مقولہ کی طرح ہے جب حدیثوں سے تقلید ثابت کی جاتی ہے وہ محض مقلدین کی کج فہمی ہے، حدیث پڑھیے، سمجھیے اور اس پر عمل کیجیے کیونکہ اس میں سو فیصد صداقت ہے تشکیک وتذبذب اور التباس تو فقہ کی کتابوں کا حصہ ہے کیونکہ کوئی بھی فقیہ اپنے فقہی مسئلہ کو سو فی صد صحیح نہیں کہتا اسے غلط ہونے کا بھی احتمال رہتا ہے۔

کیا صحابہ کرام مقلد تھے؟

صحابہ کرام سب کے سب راہِ راست پر تھے اور متبع سنت تھے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں وہ براہ راست آپ سے استفادہ کرتے، مسائل پوچھتے اور رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اور پس مرگ بھی نبی ﷺ کی احادیث تلاش کرتے اور سنت مل جانے پر کسی کے قول کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ اور ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی شہادت خود اللہ نے قرآن میں دیا ہے۔ صرف ایک دلیل کافی ہے۔

فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا [البقرہ ۱۳۷] (اگر وہ تم جیسا ایمان

لائیں تو ہدایت پائیں)۔

اللہ تعالیٰ کو عام مسلمانوں سے صحابہ جیسا ایمان مطلوب ہے، یہ ان کے ہدایت یافتہ ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ذخیرہ احادیث میں صحابہ کرام کے بہت سے واقعات موجود ہیں کہ وہ مسائل کی تلاش میں لگے رہتے تھے اور ایک دوسرے سے احادیث رسول پوچھتے یعنی سنت کی جستجو کرتے رہتے تھے اور کسی کی تقلید بالکل برداشت نہیں کرتے تھے بے دلیل باتوں کو قبول کرنے کا رواج ان میں بالکل نہیں تھا اور سنت کے مقابلے کسی کے قول کی کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی، نمونۃً چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱) جب حضرت علیؓ کو یہ بات معلوم ہوئی کہ حضرت عثمانؓ حج تمتع سے منع فرماتے ہیں تو علی حج اور عمرہ دونوں یعنی حج تمتع کا احرام باندھا اور ارشاد فرمایا کہ میں لوگوں میں سے کسی ایک آدمی کے قول کی بنیاد پر نبی ﷺ کی سنت کو ترک نہیں کروں گا [بخاری: ۱۵۶۳]

۲) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے قول کی بنیاد پر کچھ لوگوں نے عبداللہ ابن عباسؓ کے سامنے حج تمتع کے مقابلے میں حج افراد کے افضل ہونے پر دلیل دی تو عبداللہ ابن عباسؓ نے فرمایا:

"قریب ہے تم پر آسمان سے پتھر برسیں، میں کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اور تم کہتے ہو کہ ابوبکرؓ و عمر رضی اللہ عنہما نے یہ بات کہی ہے"۔ [مسند احمد 442/1]

ان واقعات سے صاف پتہ چلتا ہے کہ صحابہ تمام کے تمام سنت رسول کے شیدائی تھے۔ اس کے مقابلے میں کسی کی بھی بات کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے۔

صحابہ کرام کو مقلد ثابت کرنے کا ایک دوسرا ڈھنگ بھی اپنایا جاتا ہے اور دھوکہ دیا جاتا ہے کہ صحابہ میں تین طبقات تھے اور مکثرین (جن کے فتوے زیادہ ہیں) کی تقلید دیگر صحابہ کرتے تھے مقلدین کے اس دعوے سے گمان ہوتا ہے کہ ساری شریعت صرف فتووں پر

چل رہی تھی اور (الیوم اکملت لکم دینکم) محض ایک خانہ پری تھی۔تقلید ائمہ کی راہ ہموار کرنے کے لیے زبردستی صحابہ کو مقلد ثابت کیا جاتا ہے جب کہ ابن القیم جن کے حوالے سے یہ پھلجھڑی چھوڑی جارہی ہے بالکل بری الذمہ ہیں۔انھوں نے صحابہ کرام میں سے مفتی حضرات کے نام ایک سوتیں گنوائے ہیں اوران کے مختلف طبقات کا تذکرہ کیا ہے لیکن تقلید کی غلاظت سے انھیں آلودہ نہیں کیا ہے۔دیکھیے (اعلام الموقعین اردو:۱/۳۰،۳۱) یہ ایسی تقلید شکن کتاب ہے کہ دنیا کے تمام مقلدین پڑھ کر سر کھجاتے ہیں اور زبان وقلم کو تالے لگ جاتے ہیں مگر کتر بیونت کر کے اسی سے حوالے بھی دیا کرتے ہیں۔

صحابہ ایک دوسرے سے مسائل معلوم کرتے تھے "فاسئلو اھل الذکر" پران کا مکمل عمل تھا۔مگر سنت کے مقابلے میں کسی کی رائے یا قول سے چمٹ جانا یہ ان کے کمال ایمان کے منافی تھا۔خود مقلدین کو بھی اعتراف ہے کہ صحابہ کسی کے مقلد نہیں تھے مگر تقلیدی ترنگ میں کچھ لوگ انھیں مقلد بھی گردانے لگتے ہیں مگر یہ بھول جاتے ہیں کہ اگر بات ایسی ہے تو ہم صحابہ کے بجائے دوسروں کی تقلید کیوں کرتے ہیں؟ اوران کی تقلید کو منسوخ کس نے قرار دیا؟ افضل کو چھوڑ کر غیر افضل کی تقلید کیوں کی جانے لگی؟ اسی طرح کے بہت سے سوال جنم لیتے ہیں جن کے صحیح جوابات فراہم کرنے سے مقلدین قاصر اور عاجز نظر آتے ہیں۔

استاذ ابوالحسن علی میاں ندویؒ اور دوسرے محققین حضرات کی تحریریں گذر چکی ہیں کہ قرون ثلاثہ میں تقلید کا رواج نہیں تھا۔تقلید تو تیسری یا چوتھی صدی کی پیداوار ہے ۔پھر صحابہ کو بھی مقلد باور کرانا کتنا مجنونانہ فعل ہے۔سچ یہ ہے کہ صحابہ سارے کے سارے ہدایت یافتہ اور متبع سنت تھے اور تقلیدی غلاظت کے چھینٹوں سے بالکل محفوظ تھے۔رضی اللہ عنہم

کیا ائمہ اربعہ مقلد تھے؟

ائمہ اربعہ کے تعلق سے قلدین کے متضاد دعوے ہیں۔ایک دعویٰ تو یہ ہے کہ ائمہ اربعہ مجتہد تھے اور مجتہد کے لیے تقلید جائز نہیں اور اگر معاملہ ایسا ہی ہے تو ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ائمہ اربعہ پیدائشی مجتہد تھے اگر جواب ہاں میں ہے تو اسے قرآن وحدیث سے مدلل کیا جائے۔یا ائمہ حصول علم کے بعد درجۂ اجتہاد کو پہنچے اور مجتہد بنے تو سوال یہ ہے کہ مجتہد ہونے سے پہلے کس کی تقلید کرتے تھے۔مقلدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ صحیح سندوں سے اپنے ائمہ سے ثابت کریں کہ ہم فلاں فلاں کی تقلید کرتے تھے مگر اب چوں کہ ہم مجتہد ہوگئے ہیں لہٰذا ہم نے تقلید بھی ترک کردیا ہے۔

دوسرا طبقہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ ائمہ نے بھی اپنے علما واساتذہ کی تقلید کی ہے اور دلیل کیا ہے کہ شاگرد نے استاد کی موافقت میں فتویٰ دیا ہے یا فتوے میں اپنے استاد کا قول نقل کیا ہے یا کسی بات کو ان کی طرف منسوب کردیا ہے۔اگر یہی تقلید ہے کہ کسی بات کو مشورۃً اور موافقۃً قبول کرلیا گیا تو ماننا پڑے گا کہ بعض مسائل میں نبی ﷺ نے بھی حضرت عمرؓ وغیرہ کی تقلید کی ہے۔العیاذ باللہ

میرے مقلد بھائیو! آخر تقلیدی غلاظت کو اتنا اچھالنے کی ضرورت کیا ہے انھیں تم مجتہد بھی کہتے ہو اور مقلد بھی۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ بچپن میں مقلد رہے ہوں جوانی میں مجتہد ہوکر تقلید سے توبہ کرلیا ہو مگر اس کے لیے بھی تو کوئی شہادت چاہیے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب مقلدین کی کارستانی ہے ائمہ کا دامن اس سے پاک ہے۔ہر امام نے بانگ دہل اعلان کر رکھا ہے کہ قرآن وسنت کی اتباع کرو،ہم نے جہاں سے مسائل لیے ہیں تم بھی وہیں سے لو۔میری یا کسی اور کی تقلید نہ کرو۔

پچھلے صفحات میں ائمہ اربعہ کے اقوال گزر چکے ہیں اللہ ان کی قبروں کو منور فرمائے کہ انھوں نے تقلید سے اپنی برات کا اعلان کر رکھا ہے مگر افسوس! اس کے باوجود آج ان کے نام پر یہ امت فرقوں میں بٹ چکی ہے اور حکم ربانی "ولا تفرقوا" کی صریحاً خلاف ورزی کر رہی ہے۔

مزید پڑھیے ایک مقلد بغیر کسی حوالے کے لکھتا ہے

"ائمہ کرام نے اپنے اساتذہ کی تقلید کی۔ انھوں نے اپنے بڑوں کی، انھوں نے صحابہ کی، انھوں نے نبی ﷺ کی تقلید کی"

دوسرا مقلد، اطاعت اور تقلید کے فرق کو یوں واضح کرتا ہے۔

معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کی اطاعت کرنے کو تقلید نہیں کہہ سکتے، کیوں کہ ان کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے۔ تقلید میں ہوتا ہے دلیل شرعی کو نہ دیکھنا۔ لہٰذا ہم حضور ﷺ کے امتی کہلائیں گے نہ کہ مقلد۔ اسی طرح صحابہ کرام و ائمہ دین حضور علیہ السلام کے امتی ہیں نا کہ مقلد"

دیکھیے مقلدین کس طرح تضاد کے شکار ہیں اگر ائمہ اپنے اساتذہ کی تقلید کرتے تو پھر چار کی تعداد ہی کیوں بنتی؟ امام مالکؒ امام شافعیؒ کے استاد ہیں امام احمد بن حنبلؒ بھی استاذ کی نسبت کو قبول کرتے اور وہ بھی مالکی بن جاتے یا کم از کم شافعی ہو جاتے، قس علی ھذا اور جب تقلید نبی ﷺ تک پہنچ گئی تو پھر دوسروں کی تقلید کہاں باقی رہی۔ یہ سب کج فہم مقلدین کے شگوفے ہیں حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

سچ یہی ہے کہ نبی ﷺ کی اطاعت اطاعت ہے تقلید نہیں اور کسی کی بھی بات کو دلیل کے ساتھ قبول کر لینا بھی تقلید نہیں ہے تقلید تو وہ ہے جو بغیر دلیل کے ہو۔ ائمہ اربعہ بھی صحابہ کرام کی طرح متبع سنت تھے، تقلید سے متنفر تھے اور انھوں نے اپنی اور غیر کی تقلید سے سختی سے روکا ہے ائمہ اربعہ کو مقلد ٹھہرانا ان پر ظلم کرنا ہے۔

کیا تقلید واتباع ایک ہے؟

کچھ کج فہم قسم کے لوگ کہتے ہیں کہ تقلید اور اتباع دونوں ایک ہیں وہ بے چارے گھاس اور زعفران میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور عوام کو اپنی منطقی باتوں سے مطمئن کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن دلائل کی فراہمی میں بالکل بونے نظر آتے ہیں۔ حالاں کہ دلائل کے اعتبار سے تقلید اور اتباع میں زمین وآسمان کا فرق ہے دونوں اجتماع الضدین ہیں تقلید بغیر دلیل کے ہوتی ہے اور اتباع بادلیل ہوتی ہے اسی لیے باشعور مقلدین بھی نبی ﷺ کی اتباع کو تقلید نہیں کہتے۔

اتباع اور تقلید کے فرق کو علامہ ابن القیمؒ نے ابن خواص کے حوالہ سے یوں لکھا ہے۔

التقليد معناه فى الشرع الرجوع الى قول لا حجة لقائله عليه وذالك ممنوع فى الشريعة والا تباع ما ثبت عليه حجة ۔

کسی کے بھی بے دلیل قول کی طرف رجوع کرنا تقلید ہے اور یہ شریعت میں ممنوع ہے اور اتباع وہ ہے جو بادلیل ہو۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

كل من اوجب الدليل عليك اتباع قوله فانت متبعه والاتباع فى الدين مسوغ والتقليد ممنوع [اعلام الموقعین ۲/۱۳۷]

ہر وہ چیز جس پر دلیل قائم ہو وہ اتباع ہے اور اتباع دین میں جائز ہے اور تقلید ممنوع ہے۔

ان حوالوں سے خوب واضح ہے کہ اتباع اور تقلید دونوں ایک نہیں ہیں۔

اس مفہوم کو ایک حنفی مقلد عالم مولانا مرتضیٰ حسن صاحب کی تحریر سے مزید سمجھئے۔

اطاعت، تقلید کے معنی سے عام ہے کہ خداوند قدوس اور سرور عالم ﷺ کی اطاعت کو

تقلید نہیں کہا گیا ہے۔ نیز مجتہد کا قول فی نفسہ حجت (دلیل) نہیں اور خداوند عالم اور سرور عالم کا قول فی نفسہ حجت شرعیہ ہے [تحقیق الکفر والایمان:۵]

مفہوم مزید آشکارا ہو گیا کہ بے دلیل قول کی طرف رجوع کا نام تقلید ہے اور مجتہد کا قول فی نفسہ دلیل نہیں ہے جب کہ اتباع میں ہر بات بادلیل ہوتی ہے اور اللہ اور رسول کی ہر بات بذات خود دلیل ہوتی ہے اور اسی کا نام علم ہے جس پر بے شمار قرآنی شہادتیں موجود ہیں۔

مزید پڑھیے مولانا غلام رسول سعیدی حنفی فرماتے ہیں:

''تقلید کے معنی ہیں دلائل سے قطع نظر کر کے کسی امام کے قول پر عمل کرنا۔ اور اتباع سے یہ مراد ہے کہ کسی امام کے قول کو کتاب وسنت کے موافق پا کر اور دلائل شرعیہ سے ثابت جان کر اسی قول کو اختیار کرنا۔ [شرح صحیح مسلم ۶۳/۵]

ثابت ہوا کہ فقہاء کا جو قول موئد بالوحی ہو اسے اختیار کرنا تقلید نہیں ہے اور جو قول مدلل نہیں ہے اسی کا لینا تقلید ہے جو ممنوع ہے۔

تعجب ہے ان شاطر لیکن کج فہم مقلدین پر جو بڑی ڈھٹائی اور بے شرمی سے اطاعت، اتباع، اقتدا اور تقلید کو ہم معنی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں الفاظ سب اگرچہ الگ الگ ہیں لیکن مفہوم کے اعتبار سے سب ایک ہیں جب کہ سوائے لفاظی اور منطقی تاویل کے دلیل ایک بھی نہیں ہے بغیر دلیل اور بغیر حوالوں کے لکھنے والے علما امت میں صرف گمراہی اور انتشار پھیلاتے ہیں اور اپنی عاقبت بھی برباد کر رہے ہیں اور ایسے ہی قسم کے لوگ شیخ الحدیث بن کر از ہر ہند جیسے ادارے میں طلبا کو حدیث کا درس دیتے ہیں۔ پتہ نہیں دوران تدریس حدیث میں کیا کیا گھپلے کرتے ہوں گے۔ اعاذنا اللہ منہم

ایک دوسرے طریقے سے بھی اسے سمجھ لیں کہ اتباع میں علم اور دلیل و برہان ہے جب کہ تقلید میں تشکیک، تذبذب اور التباس ہے۔ اسی طرح متبع کی نجات یقینی ہے اور مقلد کی

نجات مشکوک و غیر یقینی۔

پھر کیوں نہ ہم تقلید کے بجائے اتباع کا راستہ اختیار کریں، ائمہ کی عصمت کی ذمہ داری اللہ نے نہیں لی ہے جب کہ رسول اکرم ﷺ معصوم عن الخطاء ہیں اور آپ کی اتباع میں سو فیصد نجات مضمر ہے۔ ائمہ کے مسائل میں صواب اور خطاء دونوں کا احتمال ہے اسے محققین علماء احناف بھی تسلیم کرتے آئے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ فرماتے ہیں:

''یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ ہم امام ابوحنیفہؒ کی نسبت عام دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے مسائل صحیح اور یقینی ہیں، امام ابوحنیفہ مجتہد تھے۔ پیغمبر نہ تھے، اسی لیے ان کے مسائل میں غلطی کا ہونا ممکن ہے، نہ صرف امکان بلکہ وقوع کا دعویٰ کر سکتے ہیں [سیرت نعمان ۲۸]

ان تمام تر تفصیلات سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ نبی ﷺ کے علاوہ ائمہ کی بے دلیل باتوں کو ماننا ہی تقلید ہے اور اگر کوئی بات کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہوئی اور وہ مدلل ہے قرآن وحدیث سے ثابت ہے تو اسے مان لینا اتباع ہے تقلید نہیں۔ پس دونوں میں فرق اچھی طرح واضح ہو گیا۔

کیا یہ بھی تقلید ہے؟

کچھ سادہ لوح قسم کے علماء تقلید کی وکالت میں قلم چلاتے ہیں تو پوری دنیا کو مقلد بنا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ اعتماد کا دوسرا نام تقلید ہے اور حدیث بھی پیش کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''الثقۃ کنزی'' اعتماد میرا خزانہ ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ کے نام سے مروی ایک لمبی روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں مگر وہ حدیث بالکل بے بنیاد ہے طاہر پٹنی نے اسے الموضوعات ۱/۶۱۹ میں اور علامہ شوکانیؒ نے الفوائد المجموعہ میں ذکر کیا ہے یہ حدیث موضوع ہے۔

اب دیکھئے اعتماد کے نام پر کس طرح تقلید نے اپنے پر وبازو پھیلائے:

۱۔ حدیث صحیح ہے یا ضعیف آپ جس محدث پر اعتماد کریں گے آپ اسی کے مقلد ہوئے۔

۲۔ بخاری پڑھ کر کسی نے آپ کو مسئلہ بتایا اور آپ نے مان لیا آپ بخاری کے مقلد ہوئے۔

۳۔ اسکول میں استاد نے بچوں کو سکھایا بچوں نے تسلیم کر لیا بچے استاد کے مقلد ہوئے۔

۴۔ چھوٹوں نے بڑوں کی بات کو مان لیا، چھوٹے بڑوں کے مقلد ہوئے۔

۵۔ جاہل نے کسی عالم سے سوال پوچھا اور اس پر عمل کرنے لگا وہ جاہل عالم کا مقلد ہوا۔

۶۔ کیا آپ نے کسی سے قرآن پڑھنا سیکھا ہے اگر ہاں میں جواب ہے تو آپ اس کے مقلد ہوئے۔

۷۔ آپ نے کسی سے حدیث پڑھی ہے اگر ہاں میں جواب ہے تو آپ اسی کے مقلد ہوئے۔

۸۔ ایک بچہ باپ کی انگلی پکڑ کر چلنا سیکھتا ہے وہ اپنے باپ کا مقلد ہے۔

۹۔ راستہ چلتے ہوئے آپ نے کسی سے اپنی منزل کا سمت پوچھ کر عمل کیا آپ اس کے مقلد ہوئے۔

۱۰۔ قاضی نے گواہ سے پوچھ کر مسئلے کا فیصلہ کر دیا قاضی گواہ کا مقلد ہوا۔

تلک عشرۃ کاملۃ:

دیکھا آپ نے اعتماد کا دوسرا نام تقلید ہے اور یہ ہے تقلید کا فوراہ۔ بھلا کون ہے جو اس کے چھینٹوں سے محفوظ رہ سکے۔ دنیا کا سارا نظام ہی تقلید کے بل بوتے پر چل رہا ہے۔

اب آیئے دیکھیں علما کا اجماعی مسئلہ کیا ہے مختصر ابن الحاجب سے ایک تراشا دیکھئے

ولیس الرجوع الی الرسول والی الاجماع والعامی الی المفتی والقاضی الی العدول بتقلید لقیام الحجة [مختصر ابن الحاجب ۲/۳۰۵]

رسول ﷺ کی بات ماننا، یا اجماع پر عمل کرنا۔ یا بے علم کا مجتہد کے قول پر عمل کرنا اور قاضی کا گواہ کی شہادت تسلیم کرنا تقلید نہیں ہے کیوں کہ اس کی دلیل موجود ہے۔

اب آیئے ''عشرۃ کاملۃ'' کا تجزیہ اصول مقلدین کی روشنی میں کریں:

۱۔ حدیث صحیح ہے یا ضعیف، ماہرین فن اسے جرح وتعدیل کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور ضعف کی علت بیان کرتے ہیں یعنی دلائل کی روشنی میں صحیح یا ضعیف ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے اور بادلیل بات کو ماننا تقلید نہیں ہے بلکہ یہ تو تحقیق ہے۔

۲۔ بخاری کی حدیث سے مسئلہ بتانا اور اسے مان لینا تقلید ہرگز نہیں ہے۔ کیوں کہ بخاری کی کتاب میں نبی ﷺ کی حدیثیں ہیں اور رسول یا حدیث کی طرف رجوع تقلید نہیں تحقیق ہے۔

۳۔ استاد بچوں کو سکھاتے ہیں طریقہ کار مختلف ہو مگر اصول سب کا ایک ہوتا ہے ایک استاد ایک حرف جیم (ج) بچوں کو سکھاتا ہے کوئی بھی استاد اسے دال (د) یا صاد (ص) نہیں کہتا یہ چیزیں اجماعی طور سے ثابت ہیں۔ بسا اوقات سیکھنے والا عبدالرحمٰن ہوتا ہے اور سکھانے والا ''تکارام'' یا ''اوم پرکاش'' ہوتا ہے۔ پھر بھی وہ جیم (ج) کو جیم (ج) اور صاد (ص) کو صاد (ص) ہی کہتا ہے۔ یہاں زبردستی تقلید کو گھسیٹنا ذہنی دیوالیہ پن کے سوا اور کچھ نہیں۔

۴۔ چھوٹوں کو علم و تجربہ نہیں ہوتا ہے وہ بڑوں سے علم اور تجربہ حاصل کرتے ہیں اور شوقین بچے کریدتے ہوئے باتوں کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں سوال پر سوال کرتے ہیں یہ تجسس اور تحقیق ہے تقلید نہیں۔

۵۔ جاہل کا عالم سے عامی کا مجتہد سے پوچھنا بھی حکم خداوندی کی تعمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا ہے کہ لاعلمی کی صورت میں جاننے والوں سے پوچھ لیا کرو اور اصول مقلدین میں یہ تقلید نہیں ہے۔

۶۔ قرآن سیکھنے اور پڑھنے کی کتاب ہے آپ اسے کسی عالم وحافظ سے سیکھیں یا اپنی بیوی اور نوکرانی سے سیکھیں یا اپنے نواسے اور پوتے سے، بالاتفاق اجماعی طور سے سب آپ کو ایک جیسا ہی سکھائیں گے فرق صرف تجوید اور غیر تجوید کا ہوگا۔ اس لیے اسے تقلید سے منسوب کرنا جہالت اور کم علمی کا شاخسانہ ہے۔

۷۔ حدیث پڑھنے والا بھی پڑھانے والے کا مقلد ہو جاتا ہے عجیب بات ہے کہ حدیث رسول تو خود دلیل ہے جو تقلید کے منافی ہے۔

۸۔ بچہ باپ کا مقلد ہے اس لیے کہ وہ انگلی پکڑ کر چلنا سیکھتا ہے مگر اب تو معاملہ بدل گیا ہے کہ بچہ اسی جھولے نما کرسی میں چلنا سیکھتا ہے جو خود اس کے نقل و حرکت سے حرکت میں آتی ہے اور بتدریج بچہ چلنا سیکھ لیتا ہے مزید غور کریں تو بچہ صرف باپ کا مقلد نہیں ہے ماں سے نہانے دھونے کپڑے پہننے اور اتارنے نیز کھانے کا سلیقہ سیکھتا ہے اڑوس پڑوس کے بچوں سے گیند اور بلا گھمانا سیکھتا ہے بڑے بھائی کی رہنمائی میں اسکول جاتا ہے اس طرح ایک ہی وقت میں بچہ کتنوں کی تقلید کرتا ہے۔ جسے مقلدین برداشت نہیں کریں گے کیوں کہ اس سے تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی۔

۹۔ ایک نو وارد شہر میں آیا راستہ بھٹک گیا ہر چوراہے اور نکڑ پر وہ لوگوں سے راستہ پوچھ لیتا ہے اور ہر ایک کی تقلید کرتے ہوئے آگے بڑھتا ہے اس سے بھی تقلید شخصی ثابت نہیں ہوتی۔

۱۰۔ قاضی نے گواہ سے پوچھ کر اس کی شہادت پر فیصلہ کر دیا تو یہ تقلید نہیں ہے۔ کیوں کہ اصول مقلدین میں اسے تقلید سے خارج گردانا گیا ہے۔

حاصل کلام یہ کہ تقلید کی وکالت میں جو حدیث پیش کی گئی اور اس سے ثابت کیا گیا کہ اعتماد ہی کا دوسرا نام تقلید ہے وہ تو موضوع نکلی جس سے کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوتا بلکہ پیش کرنے والے کو توبہ کی ضرورت ہے۔

اور مختلف زاویوں سے جو تقلید کی شکلیں پیش کی گئی ہیں در حقیقت یہ تقلید ہے ہی نہیں۔ زبردستی اسے تقلید ثابت کیا جاتا ہے اور ایسی باتیں وہی کرتے ہیں جو دھوکہ باز یا شاطر ہیں یا خود اپنے گھر کے اصولوں سے واقف نہیں ہیں۔

کیا تقلید ایک ناگزیر ضرورت ہے؟

ہمارے کچھ بھولے بھالے بھائی کہتے ہیں کہ تقلید ایک ایسی ضرورت ہے جسے اپنائے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے اور اس کی دلیل بھی دیتے ہیں مگر دل کو بالکل اطمینان نہیں ہوتا۔ پڑھیے:

''دنیا میں تقلید اور پیروی کے بغیر زندگی کی گاڑی ایک قدم نہیں چل سکتی۔ بڑھئی اپنے بڑوں کی پیروی کرتا ہے، لوہار اپنے بڑوں کی پیروی کرتا ہے۔ سائنس داں اپنے بڑوں کی پیروی کرتا ہے۔ آرکیٹیکٹ اپنے بڑوں کی پیروی کرتا ہے۔''

دوسرا تراشا دیکھئے: ''تقلید انسان کی ہمہ جہتی ضرورت ہے'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں:

''کوئی لوہار کوئی سنار کوئی رنگریز، گزرے ہوئے لوگوں کی اتباع کے بغیر اپنے فن میں مہارت پیدا نہیں کرسکتا۔ کوئی انجینئر کوئی سائنٹسٹ اگلوں کی پیروی کے بغیر اپنے فن کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔''

پہلے تراشے میں پہلا دھوکہ:

: ''دنیا میں تقلید اور پیروی کے بغیر'' میں کس طرح دھوکہ دیا گیا، غور کیجئے تقلید اور پیروی کو ہم معنی قرار دے دیا گیا جب کہ تقلید بے دلیل ہوتی ہے اور پیروی (اتباع) بادلیل۔ پچھلے صفحات میں تقلید اور اتباع کا فرق پڑھ چکے ہیں۔

دوسرا دھوکہ:

بڑھئی، لوہار، سائنس داں اور آرکیٹیکٹ کے ساتھ تقلید کے بجائے پیروی کا لفظ استعمال کیا گیا تقلید کا نہیں اور دعویٰ یہ ہے کہ تقلید ایک ناگزیر ضرورت ہے۔

تیسرا دھوکہ

: بڑھئی اور لوہار وغیرہ جو کچھ سیکھتا ہے وہ عملی طور سے اسے انجام دیتا ہے، اسی لیے پیروی

کا لفظ استعمال کیا گیا کیوں کہ اس میں مشاہدہ اور دلیل شامل ہے مگر دعویٰ تو تقلید کا تھا۔

دوسرے تراشے میں بھی تقلید اور اتباع کو گڈ مڈ کر دیا۔ عنوان کے تحت تو تقلید ثابت کرنی تھی مگر آگے چلتے تو تقلید کے بجائے اتباع اور پیروی پر آ گئے ۔ ظاہر ہے بڑھئی، لوہار، سنار، رنگریز، انجینئر اور سائنٹسٹ سب کے سب تقلید کے بجائے تحقیق سے کام لیتے ہیں اور اپنے اپنے فن میں وہ عملا بادلیل تجربہ کرتے اور سیکھتے ہیں۔ تقلید سے کسی کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اسی طرح عوام بے چاروں کو دھوکے پر دھوکہ دیا جاتا ہے اور جو تقلیدی جمود و حصار توڑ کر سلفیت کی طرف آ رہے ہیں انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ تقلید کے بغیر کسی کا بھی کوئی کام نہیں چلتا۔ عوام سے تقلید کی حقیقت کو چھپایا جاتا ہے اور انھیں باور کرایا جاتا ہے کہ اطاعت، اتباع اقتدا اور تقلید سب ایک ہی حقیقت کے مختلف نام ہیں جب کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔

آیئے اب تقلید کو بدعت کے تناظر میں سمجھنے کی کوشش کریں ایک واقعہ پیش خدمت ہے

''ایک بدعتی ایک مسجد میں نماز کے لیے آیا، نماز ختم ہوگئی اور لوگ منتشر ہو گئے ، چار چھ لوگ بیٹھے تھے ۔ اس نے کہا امام صاحب ، میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں اگر اجازت دیں تو عرض کروں ۔ امام صاحب عالم و فاضل تھے کہنے لگے ضرور پوچھئے ۔ اس نے کہا فرض نماز کے بعد عام مسجدوں میں امام صاحب دعا کرتے ہیں اور مقتدی آمین کہتے ہیں، میں نے پہلی بار یہ دیکھا ہے کہ اس مسجد میں آپ نے دعا بالکل نہیں پڑھی۔ امام صاحب نے جواب دیا، نماز کے بعد کچھ ذکر و اذکار ہیں جس کی پابندی ہر نمازی کو کرنی چاہئے اور انفرادی طور سے نمازی چاہے تو دعا بھی کرے مگر جو عمل مسجدوں میں رائج ہے وہ بے دلیل ہے اور بدعت ہے۔

وہ آدمی جوش میں کھڑا ہو گیا امام صاحب کے نزدیک پہنچا اور کہنے لگا امام صاحب ! یہ

بتائیے یہ پنکھا یہ ٹیوب لائٹ یہ لاؤڈ سپیکر یہ قالین یہ کولر وغیرہ کیا یہ بدعت نہیں، نبی ﷺ کے زمانے میں یہ چیزیں موجود تھیں؟

امام صاحب نے کہا آپ کی باتیں بالکل صحیح ہیں مگر تھوڑی سی توجہ دیجیئے ۔۔۔ وہ طیش میں آ گیا، کہنے لگا خود آپ کی مسجد میں یہ سب بدعات موجود ہیں اور آپ بدعت بدعت کہہ کر وہ طریقہ کیوں چھوڑ رہے ہیں جو پرکھوں سے چلا آ رہا ہے وغیرہ وغیرہ۔

تھوڑی دیر بعد جب وہ آدمی سنجیدہ ہو گیا اس کا غصہ ہلکا ہوا تو امام صاحب نے کہا بھائی صاحب! دیکھئے یہ حدیث کی کتاب صحیح بخاری ہے جس کی صحت پر تمام امت کا اتفاق ہے، اس میں حضرت عائشہؓ کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من احدث فی امرنا هذا مالیس منه فهو رد" [بخاری]

(جس نے ہمارے اس دین میں کوئی چیز ایجاد کی تو وہ مردود ہے۔)

اس سے اور دوسرے دلائل سے پتہ چلتا ہے کہ دین میں نئی چیز نکالنا بدعت ہے۔

اسلام میں دین اور دنیا کے مسائل الگ الگ ہیں دین چونکہ محمد ﷺ پر اترا اور مکمل ہوا، اب اس میں اگر اضافہ کیا گیا تو وہ بدعت ہے یعنی جو کام نبی ﷺ نے نہیں کیا وہ بدعت ہے۔ بدعت کو کسی بھی طرح سے دین میں گوارہ نہیں کیا جا سکتا۔ مگر دنیاوی بدعت روز بروز بڑھ رہی ہے، دنیا ترقی کر رہی ہے اور شرعی حدود و قیود میں رہتے ہوئے ہر مسلمان ان سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور اٹھا بھی رہا ہے اور ابھی کیا کیا چیزیں ایجاد ہوں گی اس کا اندازہ لگانا بھی مشکل ہے۔

اس طرح شریعت اسلامیہ میں دین اور دنیا کو جاننے اور ناپنے کا پیمانہ الگ الگ ہے۔

دیکھئے نماز ایک عبادت ہے، رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے اور حکم دیا ہے کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی [بخاری] تم بھی نماز ایسے پڑھو جیسے میں پڑھتا ہوں۔

اب اس میں اگر ہم کسی چیز کا اضافہ کریں تو یہ بدعت ہوگی نبی ﷺ نے فرض نماز پڑھنے

کے بعد اجتماعی دعا نہ تو خود کیا ہے نہ کرنے کا حکم دیا ہے نہ آپ کے سامنے یہ کام انجام دیا گیا۔اب آج کوئی نماز کے بعد اجتماعی دعا کرتا ہے تو یہ بدعت ہے اور بدعت سے بچنے کی بڑی سخت تاکید ہے۔

اب دوسری طرف دیکھئے یہ پنکھا، یہ لائٹ یہ لاوڈ اسپیکر یہ قالین یہ گھڑی یہ کولر یہ ٹائلس وغیرہ یہ سب دنیا کی ترقی کے سبب سے ہمیں مہیا ہیں اور یہ سب ساز وسامان ہمارے لئے مفید اور کار آمد ہیں شرعی حدود میں رہتے ہوئے ہم اسے استعمال کریں شریعت ہمیں اس کی اجازت دیتی ہے بس دین اور دنیا کو جاننے اور سمجھنے کا پیمانہ الگ الگ ہے دونوں کے فرق کو ہمیں سمجھنا چاہیے،

اس طرح اس بدعتی کی اصلاح ہوگئی اور اس نے مان لیا کہ ہمارے مولوی بدعت کا غلط مطلب سمجھاتے آئے ہیں کہ جب بدعت کی بات آتی ہے تو مختلف دنیاوی چیزوں کو گنا کر مرعوب کر دیتے ہیں کہ جب تم یہ سب بدعت اپنائے ہوئے ہو جو نبی ﷺ کے زمانے میں نہیں تھیں تو آخر اس بدعت کے کرنے میں کیا حرج ہے۔

بدعت ہی کی طرح معاملہ تقلید کا ہے۔دنیاوی تقلید اور دینی تقلید۔

لوہار، بڑھئی اور سنار وغیرہ کو بیچ میں لا کر تقلید سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔مگر ایک دینی مسئلہ ثابت کرنے کے لیے دلیل بھی تو دینی ہونی چاہیۓ اور یہی کام ہر مقلد کرتا ہے، معاملہ دین کا ہے دلیل دنیا کا دے رہا ہے۔ایک مقلد لکھتا ہے:

"اہل حدیث جمعیت کا ہر عالم تقلید کا محتاج ہے اور ایسا محتاج ہے جیسے ماں کے پیٹ سے آج ہی پیدا ہونے والا بچہ ماں کا محتاج ہے کہ وہ خود کروٹ بھی نہیں بدل سکتا اور جیسے آج ہی انڈے سے باہر نکلنے والا بچہ کہ نہ اڑ سکتا ہے نہ دانہ دنکا تلاش کر کے پیٹ بھر سکتا ہے"۔

دیکھئے یہ عالم کتنی بڑی گمراہی پھیلا رہا ہے اور سمجھ رہا ہے کہ اس کی ان باتوں پر لوگ واہ

واہ کریں گے اور اسے سر پر بٹھائیں گے اب اگر کوئی دوسرا سر پھرا کہنے لگے۔

”تم کہتے ہو بدعت فعل زبوں ہے اور اس کا مرتکب دوزخ میں جائے گا۔ ارے بدعت سے چھٹکارا کسے مل سکتا ہے۔تم جن چمچماتی سڑکوں پر چلتے ہو۔ موٹر سائکلوں، بسوں اور گاڑیوں میں گھومتے ہو، ہوائی جہازوں میں پرواز کرتے ہو کیا یہ بدعت نہیں ہے؟ تمہارے فریج، پنکھے، کولر کیا یہ بدعت نہیں ہیں؟ تو بتایئے اس کا کیا جواب ہوگا اگر آدمی میں سوجھ بوجھ ہے تو یہی کہے گا۔ بھائی یہ دنیا کی ترقی یافتہ شکل ہے۔ یہ چیزیں ہمیں مہیا ہیں ہم استعمال کر رہے ہیں۔ اور جس بدعت سے شریعت نے روکا ہے اس سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ دین میں کوئی نئی بات نکالنا بدعت ہے اور یہ سب دین نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح عمومیت کے اعتبار سے تقلید ہر آدمی کے ساتھ لگی ہوئی ہے اس میں مسلم غیر مسلم سب شامل ہیں بلکہ نبی اور غیر نبی تمام کے تمام اس زمرے میں آتے ہیں۔ ایک دوسرے کا سہارا بننا، کاروبار سیکھنا، مختلف علوم وفنون سیکھنا، مسلم غیر مسلم کسی سے بھی رہنمائی حاصل کرنا، کھانا بنانے گھر سجانے کا سلیقہ سیکھنا غرضیکہ قدم قدم پر اخذ وقبول کا طریقہ جو رائج ہے اگر ان کو تقلید کہا جائے تو یہ دنیاوی تقلید ہے اور اس میں مسلم غیر مسلم سکھ عیسائی کی کوئی قید نہیں ہے اور یہ انسان کی ناگزیر اور ہمہ جہتی ضرورت ہے۔

لیکن جس تقلید پر برسوں سے ہنگامہ جاری ہے وہ تو اس سے جداگانہ ہے۔ وہ ہے ائمہ اربعہ کی تقلید۔ تقلید شخصی جس کا وجود خیر القرون میں نہیں تھا اور مزیدار بات یہ ہے کہ اس کا تعلق تمام انسانوں سے نہیں بلکہ صرف مسلمانوں سے ہے مگر شاطرانہ عنوان دیکھئے کہ ”تقلید انسان کی ہمہ جہتی ضرورت ہے“ معاملہ خالص دینی ہے مگر دلیل دنیاوی دی جارہی ہے اور مسلمانوں کو بے وقوف بنایا جارہا ہے۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

سواد اعظم کیا ہے؟

ایک مقلد لکھتا ہے:(لکھنے والے کی علمی حیثیت نا معلوم ہے)

"نبی ﷺ نے فرمایا: اتبعوا السواد الاعظم (تم بڑی جماعت کی پیروی کرو)

سواد الاعظم کہتے ہیں بڑے گروپ کو، اب دین اسلام میں جو بڑی جماعت ہے وہ ائمہ اربعہ کے اتباع کرنے والوں کی جماعت ہے سو یہ سواد الاعظم ہے۔(بلا حوالہ)

ایک دوسرا مقلد (استاذ حدیث) لکھتا ہے۔

"رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اتبعوا السواد الاعظم (بڑے جتھے کی پیروی کرو)

اور چونکہ مذاہب اربعہ کے سوا تمام مذاہب فنا ہو چکے ہیں اس لئے ان کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہے اور ان سے خروج سواد اعظم سے خروج ہے۔(بلا حوالہ)

دیکھئے ان کرتب باز مقلدوں نے حدیثیں تو نقل کر دی ہیں مگر حوالہ بالکل نہیں دیا ہے کہ آدمی جان سکے کہ اس حدیث کا مفہوم کیا ہے اور یہ حدیث کس درجے کی ہے۔ آیئے معتبر اور محققین علماء کی تحریروں سے اسے واضح کروں۔

شارح حدیث ملا علی قاری سواد اعظم کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں۔

اتبعوا السواد الاعظم یدل علی ان اعاظم الناس العلماء وان قل عددهم ولم یقل الاکثر لان العوام والجهال اکثر عددا (مرقاۃ المفاتیح ۱/۲۵۰)

یعنی اتبعوا السواد الاعظم کے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ اس سے بڑے لوگ علماء کرام مراد ہیں اگر چہ وہ تعداد میں تھوڑے ہی ہوں اور اکثر نہیں فرمایا کہ عوام اور جہلا گنتی میں زیادہ ہوتے ہیں۔

شیخ سعد الدین تفتازانی سواد اعظم کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

السواد الاعظم عامة المسلمين ممن هو امة مطلقة المراد بالامة المطلقة اهل السنه والجماعة وهم الذين طريقتهم طريقة الرسول واصحابه دون اهل البدعة (التلویح مع التوضیح ۳۵۴)

یعنی سواد اعظم سے مراد امت مطلقہ میں سے عام مسلمان جو اہل السنہ والجماعہ ہیں جن کا طریقہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے طریقہ کے مطابق ہو نہ کہ اہل بدعت کے طریقہ کے مطابق۔

امام سفیان ثوری رحمہ اللہ المتوفی ۱۶۱ فرمایا کرتے تھے۔

المراد بالسواد الاعظم هم من كان من اهل السنة والجماعه ولوكان واحدا فاعلم ذالك (المیزان الکبریٰ ۱/۵۸)

کہ سواد اعظم سے مراد وہ لوگ ہیں جو اہل سنت والجماعت ہیں اگر چہ وہ تعداد میں ایک ہی شخص ہو (امام صاحب تاکید فرماتے ہیں کہ) اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔

تین نامی گرامی علماء کرام کی تشریح پڑھ لینے کے بعد آپ ضرور اس نتیجے پر پہنچے ہوں گے کہ سواد اعظم سے بڑی جماعت یا بڑا اجتھا مراد لینا مقلدین کی کرتب بازی ہے کیا یہ اپنے گھر کی شہادتوں کی خبر نہیں رکھتے۔ایک شخص بھی سواد اعظم کے زمرے میں آسکتا ہے اگر وہ اہل السنہ والجماعت پر قائم حق پرست ہو۔

آیئے اب حدیث کی طرف۔ابن ماجہ میں ایک روایت ہے فعليكم بالسواد الاعظم (کتاب الفتن) لیکن یہ الفاظ ثابت نہیں ہیں حدیث ضعیف ہے۔(دیکھیئے البانی کی الضعیفہ ۲۸۹۶/۶)

فاتبعوا السواد الاعظم۔۳۹۱،۳۹۵،۳۹۶۔المستدرک للحاکم)

لیکن حاشیہ دیکھئے تو کوئی بھی حدیث صحیح نہیں ہے بلکہ مضطرب یعنی ضعیف ہے

(المستدرک ۱/۲۲۰) جس کی بنیاد پر یہ اپنے آپ کو بڑی جماعت یا بڑا اجتھا ثابت کر رہے تھے وہ بنیاد یعنی حدیث ضعیف نکلی اس لئے ان کا دعویٰ بھی باطل ہوا۔ اور سواد اعظم کا وہ مفہوم نہیں جو یہ بیان کرتے ہیں۔ بڑی جماعت اور اکثریت کا زعم باطل بھی ان کے سر میں اس طرح سمایا ہوا ہے کہ اہل حق کو ''شرذمۂ قلیلہ، دال میں نمک، مٹھی بھر لوگ اور گنتی کے چند سر وغیرہ کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ اگر ان ناعاقبت اندیش مقلدین نے قرآن کو گہرائی سے پڑھا ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتے۔ آیئے دیکھیں اکثریت اور اقلیت کے بارے میں قرآن کا فیصلہ کیا ہے؟

وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ إِن يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ (الانعام:۱۱۶)

اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔

وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (الرعد:۱) لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔

اس قسم کی آیتوں سے پتہ چلتا ہے کہ دنیا میں اکثریت ہمیشہ گمراہوں کی رہی ہے مزید پڑھیئے: وقليل من عبادي الشكور (سبا:۱۳) میرے بندوں میں شکر گزار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔

كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ (البقرہ۲۴۹) بسا اوقات تھوڑی سے جماعت بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے غلبہ پا لیتی ہے۔

قرآن وحدیث کے دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ اکثریت میں ہونا حق پرستی کی دلیل نہیں ہے بلکہ دنیا میں حق پرست ہر دور میں کم ہی رہے ہیں اور سواد اعظم سے بڑی جماعت مراد لینا ہمارے مقلدین کی کم علمی اور خام خیالی ہے۔

آخری بات......تقلید تو بمنزلہ تیمّم کے ہے

مروجہ تقلید کیا ہے، لغوی اور اصطلاحی تقلید کیا ہے؟ تقلید کی حقیقت کیا ہے؟ تقلید کیسے پروان چڑھی اور اس کے مضر اثرات سے امت کیسے دوچار ہوئی اس کے بارے میں صحابہ، محدثین، تابعین اور دیگر ائمہ دین نے کیا کہا ہے یہ سب کچھ آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

اب آیئے! دیکھیں حقیقت میں تقلید واقعی کیا ہے جس کے جواز بلکہ وجوب پر بھی کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے مقلدین محققین سب کا اتفاق ہے لیکن یہ تقلید عارضی اور وقتی ہے مستقل نہیں۔ جیسے پانی کے عدم دستیابی پر تیمّم ہے جو وضو اور گاہے بگاہے غسل دونوں کا قائم مقام ہوجاتا ہے مگر پانی میسر آنے پر، مرض یا پیش آمدہ عذر ختم ہوجانے پر تیمّم کا حکم ختم ہوجاتا ہے۔

دوسری مثال مضطر کی ہے کہ حالت اضطرار میں وہ اپنی جان بچانے کے لئے حرام چیز کا استعمال وقتی طور سے کرسکتا ہے مگر مستقل اور دائمی نہیں۔

یہی حال تقلید واقعی کا ہے جسے علم نہیں وہ بلا کسی تخصیص کے اہل علم سے رجوع کرے کسی بھی معاملے میں نبی ﷺ کا طریقہ دریافت کرے اور اس پر عمل کرے لیکن بعد میں ظاہر ہوجائے کہ جو عمل میں کسی عالم سے پوچھ کررہا ہوں وہ سنت کے خلاف ہے تو فوراً اپنا عمل چھوڑ کر سنت پر عمل کرے جب تک اسے اصل سنت کا علم نہیں تھا محض حسن ظن کی بنیاد پر کسی بھی اہل علم پر اعتماد کرتے ہوئے اس کے فتویٰ پر عمل کرنا جائز تھا مگر سنت واضح ہوجانے کے بعد اب اسے کسی کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں۔ فارسی کا ایک مقولہ اسے مزید اسے واضح کرتا ہے۔

آب آمد تیمم برخاست   پانی کی دستیابی پر تیمّم کا حکم ختم ہوجاتا ہے۔

متقدمین علماء اور عوام اسی روش پر گامزن تھے عوام علماء سے استفادہ کرتے تھے مسائل پوچھتے تھے اور عام علماء بھی مسائل غیر منصوصہ، غیر واضحہ یا عدم دلائل میں اپنے سے زیادہ علم

والے کی بات مان لیتے تھے، اسی اخذ وقبول کوتقلید کہا جائے تو یہ تقلید واقعی ہے جس کا تقلید مروجہ یا تقلید شخصی سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ایک عارضی اور وقتی تقلید ہے۔نواب صدیق صاحب نے اس تقلید کوخوب واضح کر دیا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ان من ذکرتم من الائمه لم یقلد وا تقلیدکم......راس اموالکم (الدین الخالص ۴؍۷؍۳۶)

تم نے جن اماموں کا ذکر کیا ہے یعنی امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، محمد بن حسن تو مقلدوں نے ان کی ایسی تقلید نہیں کی جیسی تم کرتے ہو نہ انہوں نے اسے جائز قرار دیا ہے بلکہ چند ایسے مسائل میں تقلید کی ہے جو قرآن وسنت میں واضح طور پر نہیں ملے اور اپنے سے زیادہ علم والے کے قول کے سوا کہیں کچھ نہ ملا تو ان کے اقوال کی تقلید کی اور اہل علم کا یہی شیوہ ہونا چاہئے بلکہ واجب ہے بیشک تقلید مضطر کے لئے مباح ہے مگر جو کتاب وسنت اور اقوال صحابہ اور دلائل سے حق کی معرفت کے حصول پر قدرت رکھتا ہو پھر بھی وہ تقلید کو لازم کرلے تو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی قدرت کے باوجود مذبوح جانور کے بجائے مردہ جانور کا استعمال کرے پس اصل یہ ہے کہ غیر کے قول کو ضرورتاً دلیل کے ساتھ قبول کیا جائے مگر تم نے ضرورت حال کو اصل مال قرار دے دیا ہے۔

نواب صاحب کی پوری عبارت سے دو باتیں ظاہر ہوئیں۔

۱-کسی مسئلے میں قرآن وسنت کے نصوص نہ مل سکیں مگر اپنے سے زیادہ اعلم کا قول مل جائے تو اہل علم کو اس کی بات مان لینا واجب ہے۔

۲-اضطراری حالت میں تقلید جائز ہے جسے مضطر کے لئے مردار کھانا جائز ہے مگر کتاب وسنت اقوال صحابہ اور دلائل سے حق کی معرفت پر قادر شخص کے لئے جائز نہیں ہے۔

پس تقلید کو سمجھنے کے لئے مضطر کی یا تیمّم کی مثال کافی ہے اگر ان دونوں کے تناظر میں

تقلید کو جانچیں اور پرکھیں تو سمجھ میں آئے گا کہ ایک عارضی اور وقتی چیز کو لوگوں نے وہ دوام واستقلال بخشا کہ مستقل چیز یعنی اتباع سنت عارضی ٹھہری بلکہ معدوم ہوگئی اور تقلید مضبوط تر مستقل اور دائمی ہوگئی اور زندگی کے تمام گوشوں پر محیط ہوگئی۔

کاش: مسلمان اس حقیقت کو سمجھیں اور قرآن وحدیث کی اتباع کو اپنا شعار بنائیں کیونکہ یہی راس المال ہے اور تقلید تو بوقت ضرورت ہے جو عارضی اور وقتی ہے مستقل نہیں۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے حق کی ہدایت اور اس پر توفیق عمل کی نیز حق کی مخالفت سے بچنے کی دعا کرتا ہوں۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابه

تمت بالخیر

عبدالواحد انور یوسفی الاثری

۹/جنوری ۲۰۱۲ء مطابق ۱۵/صفر المظفر ۱۴۳۳ھ بروز سوموار صبح ۱۱ بجے

اس کتاب میں پڑھیے!!!

☆ تقلید کی حقیقت کیا ہے؟

☆ تقلید کب اور کیسے رائج ہوئی۔

☆ شاہی درباروں سے تقلید کا کیا تعلق ہے؟

☆ مسلکوں کی اشاعت میں سلطنتوں کا کیا عمل دخل رہا ہے؟

☆ ائمہ کی مدح وقدح میں حدیثیں کیوں وضع کی گئیں؟

☆ چار چار قاضی بنا کر امت میں اختلاف کو کس نے پروان چڑھایا؟

☆ تقلید کے بارے میں ائمہ اربعہ کے فرامین کیا ہیں؟

☆ کیا مذاہب اربعہ کا من عند اللہ ہونا ثابت ہے؟

☆ کیا تقلید شخصی کے وجوب پر قرآن وحدیث میں کوئی دلیل ہے؟

☆ خانۂ کعبہ میں چار مصلے کس کے حکم سے بچھائے گئے؟

☆ سواد اعظم کی حقیقت کیا ہے؟

☆ خانۂ کعبہ چار مصلوں کی بدعت سے کب اور کیسے پاک ہوا؟

☆ خانۂ کعبہ میں آج کس مصلے پر نماز ہوتی ہے؟

جی ہاں! یہ اور اس طرح کے سوالات کے تسلی بخش جوابات کے لئے سنجیدگی سے اس کتاب کا مطالعہ کریں اور حلقۂ اعزہ واقارب میں عام کریں۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ہود:۸۸)

مرکز الدعوۃ الاسلامیہ والخیریہ، سونس، کھیڈ، رتنا گیری

شعبۂ دعوت وتبلیغ، جماعت المسلمین مہسلہ، رائے گڈھ

Afreen Arts : 9819189965